(نوٹ) حق تالیف تصنیف کتاب ہذا بنام مصنف محفوظ ہیں بغیر دستخط مصنف کتاب مسروقہ سمجھی جائیگی
خریدار کتاب ہذا مصنف کے نام کی مہر کو کتاب کے سرورق یا پشت ورق پر ضرور ملاحظہ کرلیں

رفیع الخیال

ادب۔ تہذیب۔ رفتار۔ گفتار۔ نشست۔ برخاست۔

اتحاد و اخلاق عمدہ نصائح اور بکار آمد باتوں کی جیتی جاگتی تصویر عبارت
سلیس مگر مضامین قابل یادداشت

مصنفہ

مقبول کونین منشی محمد تفضل حسین صاحب بیخود بکسری مصنف چراغ حسن
نشیب و فراز وغیرہ

حسب فرمایش مصنف باہتمام حافظ فیاض الدین پرنٹر
بماہ نومبر ۱۹۱۳ء

ابو العلائی پریس آگرہ میں چھاپی گئی

تعداد جلد ایکہزار بار اول قیمت [illegible] ہے۔

التماس

آجکل کسی مصنف کے دماغی معاوضہ کا صلہ اس سے بڑہ کر کیا ہوسکتا ہے کہ اوس کی تصنیف زیور طبع سے آراستہ ہوکر پبلک کے سامنے ہو اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جائے۔

اسکے قبل میری دو ناچیز کتابین بطرز ناول ابنائے ملک کے حضور مین پیش ہوچکی ہین۔ اور اسکا بھی مجھے فخر حاصل ہوا کہ میری پہلی کتاب موسوم بہ چراغ حسن کو مالک مطبع "احسن التجارت" دہلی نے مجھے حق معاوضہ دیکر اپنے صرف کثیر سے طبع فرمایا۔ دوسری کتاب "نشیب و فراز" کو مالک "ابو العلائی" پریس آگرہ نے حق تصنیف عنایت فرماکر خود زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ فرماکر مجھے مشکوری کا موقع دیا۔

عموماً ابنائے وطن کی قدردانی اور خصوصاً اخی مکرم مولوی سید محمد ادریس صاحب خاموش سہسرامی ریلوے پولیس افسر و بابو مہا دیو پرشاد صاحب رئیس آرہ کے ارشاد نے مجھے اس بات پر مجبور کردیا کہ مین اُردو کی ایک چھوٹی کتاب اس طرح کی طیار کرون کہ جسکے مضامین مختلف ہون مگر طالب علمون کے کام کے ہون۔ جھوٹی اور لغو کہانیون سے پاک ہو۔ اور بچون کو یہہ معلوم ہوجائے کہ خدا سے بندون یا بادشاہ سے رعایا کا سروکار کیا ہے۔ زندگی کہتے کسکو ہین۔ تکلیف و آرام کیا شئے ہے۔ انسان اور طیور مین فرق کیا ہے۔ اپنا سچا مددگار کون ہے۔ غفلت کے کیا نتائج ہین۔ حلم کہتے کسکو ہین۔ اور حلیم کہے جانیکا مستحق کون ہے۔ تعصب کسطرح مبتلائے بلا کرتا ہے۔

آب کی معنی کیا ہے۔ اور شمع جلتی کیون ہے۔ علم کے فوائد کیا ہین اور علمی قابلیت کونسی چیز ہے۔ صحبت کا اثر کیا ہے۔ تندرستی کسطرح کی نعمت ہے۔ وعدے کا وفا کرنا کہانتک ضروری ہے۔ بیکار آمد باتین کیسی ہوتی ہین۔ اور انسان کیا کچھہ نہین کرسکتا ہے۔

چنانچہ مین اپنی ناقابلیت اور بباعث کم علمی اس بار گران کو اپنے سر پر لینا بھی نہ چاہتا تھا اور یہہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضرات متذکرہ بالا کے حکم کی تعمیل نکرون۔ آخرش مجبوراً مجھے یہہ کتاب لکھنا پڑی۔ مگر شکر ہے کہ افسران سرشتۂ تعلیم مثلاً سب انسپکٹر اسکول ہیڈ ماسٹر ہیڈ مولوی و ڈپٹی مجسٹریٹ بیرسٹرایٹ لاو بعض روسائے وطن صاحبان نے میری ناچیز کتاب کے مسودہ کو دیکھکر بہت پسند فرمایا۔ اور اپنی خوشی سے سارٹیفکٹ عنایت فرماکر میرے حوصلہ کو بڑھایا۔ بہر کیف اگرچہ یہہ ہدیہ حقیر آپکے قابل نہین ہے۔ مگر ممنون کی قدر انکے مال کیوجہ سے نہین ہے۔ بلکہ مغلون کی وجہہ سے ہے۔ ماہتاب کی چمک اور نشان ستارے کی بدولت ہی۔ عالم کی قدر جاہل کے باعث سے ہے۔ اسیطرح مجھے امید ہے کہ میری اس ناچیز کتاب موسوم بہ "ترفیع الخیال" کو آپ کی قدردانی سے عروج نصیب ہوگا۔ اور جہان کہین کوئی غلطی نظر آئے آپ اوسکو دامن عفو سے چھپاکر کمترین کو ممنون و مشکور فرمائین گے۔ بس اور زیادہ کیا عرض کرون۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

بکسر
یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء

خادم قوم و ملک
عاصی محمد تفضل حسین بیخود

فہرست مضامین رفیع الخیال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

"خُدا سے بندون کا اور بادشاہ سے رعایا کا سروکار"

عبد اور معبود کا ایسا مضبوط رشتہ ہے جو کسی زبردست کے توڑے ٹوٹ نہین سکتا ہے۔ آج سے نہین بلکہ ابتداہی سے بعض گروہ ایسے بھی ہوئے جنہون نے عبدیت اور معبودیت کے رشتہ کو الگ کرنا چاہا۔ غلامی کی رسی کو اپنے گلے سے نکالنا چاہا۔ حلقۂ عبدیت سے وہ اپنے خیال مین علیحدہ بھی ہوئے۔ وہ اپنے مُنہ سے "معبود" بھی بن بیٹھے۔ کمزور ایمان والون سے اپنے کو معبود بھی کہلوایا۔ نادیدہ خدا کی پرستش بھی چھوٹی۔ دیر بھی بنے صنم خانے بھی تیار ہوئے۔ "کھانیوالے" "بیمار پڑنے والے" "سونے والے" "بول وبراز" کرنیوالے مثل اور ونکے "پیدا ہونیوالے" "اور پھر فنا" ہوجانیوالے جیتے جاگتے معبودون کی پرستش بھی شروع ہوئی۔ جہان وہ خود موجود نہ تھے اونکی تصویر پوجی جانے لگی۔ بُت پوجا گیا۔ سب کچھ ہوگیا۔ مگر لفظ "معبود" کو وہ نہ مٹا سکے۔ وہ خود کو بھی "معبود" ہی کے نام سے پکارنے لگے سچ جو پوچھو تو اس پردہ مین بھی اصلی "معبود" (خدا) نے اپنے نام کی

اپنے نافرمان بندون سے پرستش کراہی چھوڑا۔ دعویٰ توکیا خدائی کا۔ بظاہر
ساماں پیدا کیا کبریائی کا۔ دوزخ اور جنت بنائی۔ اپنا کعبہ الگ بنایا لیکن
خدا کے پیارے نام سے بڑھکر کوئی دوسرا نام وہ اپنا نہ رکھہ سکے۔ اس سے
شیرین اوراس سے بڑھکر مسخر کرنے والا نام وہ کہان سے لاتے۔ لوگون
کے قلب کو اگر تسخیر بھی کیا تو اسی پیارے نام کے بدولت۔ وہ اپنے والدین
کے نام رکھے ہوئے سے کچھہ نکر سکے۔ یہہ ہے اصلی اور نقلی خدامین فرق۔
اب سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا درحقیقت "معبود برحق" ان بندون
سے کمزور تھا۔ کیا وہ انکی کچھہ تنبیہہ نکر سکتا تھا۔ کیا وہ انکو تباہ وبرباد نہین
کرسکتا تھا۔ اگر دیکھو تو صانع مطلق کے نزدیک الیسون کو تباہ و برباد کردینا
کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن وہ انکی غیر معمولی طاقت کو دیکھتا تھا کہ آخر ش
یہہ کہانتک زور آزمائی کرتے ہین۔ وہ اپنی ساری قوت کو ختم کرلین شاید
اسوقت بھی اونکو ہوش آجائے۔ اور سمجھین کہ وہ کون سی زبردست طاقت
ہے جسکو باوجود کوشش وسعی کے بھی ہم کمزور نہ بنا سکے۔ ورنہ یہہ اپنے
زور مین خود ہی مُنہ کے بل آرہینگے۔ علاوہ اسکے اپنی پیدا کی ہوئی چیزون
سے الفت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے ہاتھہ کے لگائے ہوئے درخت
اپنے ہاتھہ سے کاٹے نہین جاتے۔ تاوقتیکہ کوئی الیسی مجبوری نہو جائے
اور جب ضرورت مجبور بھی کرتی ہے تو پہلے شاخین ترشی جاتی ہین۔ مگر
خدا کا انکے اس باطل دعوے سے کیا نقصان تھا۔ اُسکو کون سی مجبوری
تھی۔ اوسنے اپنی لاکھون اور کرورون نعمتون مین سے ایک نعمت کو
بھی نہین کم کیا۔ اور یہی وجہہ تھی کہ جہلا نادیدہ خدا کے نام کو تو خواہ کسی طریقہ
سے ہو لیتے تھے۔ مگر اُس کی طاقت اون کی سمجھہ مین نہین آتی تھی۔ ہان

جب خشک سالی ہوتی۔ پانی نہین برستا۔ وبائی عارضے اونہین ہلاک کرتے۔ یا انواع اقسام کی بلائین اون پر نازل ہوتین۔ اسوقت وہ اپنے مصنوعی معبود کے آگے جاتے۔ اور انکے دفعیہ کی التجا کرتے۔ مگر افسوس اونکے مصنوعی معبود کی حالت تو خود ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ وہ تو خود ہی حیران ہو رہا تھا کہ یہ کس کی بھیجی ہوئی بلائین ہین۔ کاش پتہ چل جائے تو ہم اوسپر فوج لیکر چڑھ دوڑین۔ مگر یہ خیال اونکا لاطائل اور سر سامی ہزیان سے زیادہ سبقت نہ لیجاتا تھا۔ اور وہ اپنے ہاتھون سے تباہ و برباد ہو جاتے تھے۔ پہر اوس کے بعد صرف معبود ہی کا نام رہجاتا تھا مختصر یہ ہے کہ وہ لاکھ سر اوٹھاتے تھے اپنا نام بہی خدا رکھتے تھے لیکن سوائے خدا کے نام کے نہ تو وہ خدا ہو جاتے تھے۔ اور نہ سمرہی اپنا اوبچار کہہ سکتے تھے۔ لاکھ وہ دشمنی پر کمربستہ ہوئے مگر خدا کے نام کو صفحۂ ہستی یا لوح دل سے نہ مٹا سکے۔ بلکہ خود مٹ گئے۔ یہ ہے عبدیت اور معبودیت کا رشتہ جسکو نہ کوئی توڑ سکا اور نہ کوئی توڑ سکتا ہے۔

خدا کی دی ہوئی نعمتین ایسی بھی ہین جسکی ہمکو خبر نہین ہے اور اُن سے ہم مستفید ہو رہے ہین۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ گھر گھر خود سری تھی۔ نہ کوئی بادشاہ تھا۔ اور نہ کوئی رعایا۔ نہ کوئی حاکم تہا اور نہ کوئی محکوم۔ زبردست کے سامنے کمزور کی کچھ چلتی نہ تھی۔ آخرش احکم الحاکمین نے اپنی نیابت دنیا مین ہماری ہی ہم جنسون مین متفرق طریقون سے تقسیم کی۔ ایک کو دوسرے کی ماتحتی مین دیا۔ اور سبکی نکیل اپنے دست قدرت مین رکھی۔ ابتدا ہی سے کیون نہ یہ انتظام کیا۔ صرف اسلیئے تا کہ تم سمجھو کہ ایک کو دوسرے کی ماتحتی مین فائدہ ہے یا نقصان۔ اور یہ راز تم سے پوشیدہ نہ رہے کہ

قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید۔
خداوند عالم کا یہ بہت بڑا احسان ہے جسنے ہم مین سے ایک کو حاکم دوسریکو محکوم بنایا۔ اوپھر
پھر غیر معمولی احسان اوس بے نیاز کا ہے جس نے ہمارے ہی جنس مین
سے جسکو لایق دیکھا اوسکو ہمپر حکمران یا بالفاظ دیگر بادشاہ بنایا۔ ممکن تھا
کہ وہ ہماری جنس مین سے کسیکو فرمانروا نہ بناکر قوم جنات کو ہمارا سردار قرار
دیتا۔ اسوقت ہماری کیا حالت ہوتی بس جیسے گھوڑے ہاتھی اونٹ وغیر
پر ہماری حکومت ہے۔ ہم اون سے اپنا کام لیتے ہین۔ مگر اون پر کیا مصیبت
ہے۔ کون سا اونکو غم ہے۔ کس بات کی تکلیف ہے۔ اور کس رنج مین
وہ گھُلے جاتے ہین۔ ہم مطلق اسکی خبر نہین رکھتے۔ صرف اپنے کام سے
کام اور اپنی غرض سے غرض رکھتے ہین۔ یہی حالت ہماری دیو پری جن وغیرہ
کی حکومت مین ہوتی۔ وہ کسی تکلیف کو میری محسوس نہین کرسکتے تھے۔
یون سمجھو جب تم غیر ولایت مین جاتے ہو جہان کی تم زبان مطلق نہین
سمجھ سکتے۔ اسوقت تمھاری کیا حالت ہوتی ہے۔ کس طرح سے گھبراتے
ہو۔ اور جب تم اپنے لوگون مین رہتے ہو کس طرح بشاش رہتے ہو۔
اس پر یہ اعتراض تم کرسکتے ہو کہ رفتہ رفتہ جب ہم قوم جنات سے بھی
مانوس ہوجاتے تو یہ شکایت نہین رہتی۔ یہ خیال صحیح ہے۔ مگر کیا تم
اسکی اُمید رکھتے ہو کہ جانور سے تم یا تم سے جانور مانوس ہوجائے تو تم کو
اپنی جنس سے اور جانور کو اپنی جنس سے ملنے کی آرزو باقی نہین رہیگی۔
کیا اپنی جنس کی جُدائی مین تمھین یا جانور کو بیتابی نہین ہوگی۔ روحی
تکلیف نہین ہوگی۔ اگر ہوگی تو بتلاؤ کہ یہ کیسا بے بدل احسان اور
سلوک اوس مالک کون و مکان کا ہے۔ جسنے ہر طرح سے میری

عافیت کا خیال رکھا۔ میرے آرام کو مدنظر رکھا۔ ایک جنس ہونیکے باعث سے تو رشتہ مضبوط تھا ہی۔ حاکم اور محکوم بناکر اور بھی میرے انسانی سرورکار کو مستحکم بنایا۔

غور کرکے دیکھو جیسے تم عبد اور معبود کے مستحکم رشتہ کو نہین توڑ سکتے اسی طرح حاکم اور محکوم کے سروکار کو تم نہین جدا کرسکتے۔ روح کو سروکار تمہارے قالب سے ہے۔ سوچو تو وہ کون سی چیز ہے جسکے قالب سے نکلتے ہی تم بیجان کہے جاتے ہو۔ تمہارا قالب جو چند منٹ پیشتر افتخار کی کرسی پر بیٹھا نظر آتا تھا۔ اسوقت کیون زمین کے اندر دبایا یا مرگھٹ پر جلایا جا رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیڑے مکوڑون کی خوراک یا جلکر راکھ کیون ہوگیا۔ غور تو کرو عبدیت اور معبودیت کے پاک رشتہ کو توڑکر سوائے مشرک کے ناپاک خطاب حاصل کرنے کے اور کون سا نفع ہوا انصاف کا خون نکرو۔ فرمانروا کی نافرمانی کرکے تمہین کون سا پہل ملا۔ دیکھو دیکھو جبتک روح تمہارے قالب مین ہے اسیوقت تک تم زندہ کہے جا سکتے ہو۔ جب تک تم خود کسی کے فرمانبردار ہو اُسی وقت تک تمہاری بھی اورون پر حکومت ہے۔ جب تم خود کسی کی حکومت مین نہین رہنا چاہتے ہو تو پھر کسی اور پر تم حکومت کرنے کا کیا حق رکھتے ہو۔ یاد رکھو اگر بادشاہ لازم ہے تو رعایا بلزوم۔

یہ سچ ہے کہ رعایا بیخ سلطنت ہے۔ مگر اس کو ہر گز مت بہولو کہ جڑ زمین کے اندر رہا کرتی ہے۔ جڑ جڑ کی حیثیت اوسیوقت تک رکھہ سکتی ہے جبتک زمین کے اندر ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جب درخت کی جڑ نہین رہی وہ درخت قائم نہین رہ سکتا۔ مگر کبھی اسپر بھی تمنے غور کیا

کہ جب "جڑ" ہی کی خرابی سے درخت گرتا ہے تو پہلے خرابی کس پر آتی ہے۔ "جڑ" پر یا درخت کے پھل پھول پتہ پر۔ جب جڑ خود ہی "جڑ" نہ رہی تو اسکو کیا خبر کہ پھل پھول پتے کا کیا حشر ہوا۔ تمہیں "جڑ" ہونے کی عزت زمین کے اندر ہی رہنے پر حاصل ہے۔ اگر کاش تم ہرے بھرے ڈاڑہ پات پر کوئی خرابی بھی لائے تو اسکے قبل تم خود خراب ہو جاؤ گے۔ اور پھر بیکار ہو جانے پر زمین کے اندر سے تمہیں نکلنا بھی نصیب نہ ہو گا۔ اب رہی یہ بات کہ تم خود خراب ہونے سے محفوظ رہو اور پھل پھول پر آفت لاؤ یہ بالکل غیر ممکن ہے۔ جس چیز کے بیج بوؤ گے اوسی کا پھل کھاؤ گے۔ خوب سمجھ لو یہ لازم و ملزوم کا معاملہ ہے۔ یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اس کا توڑنا گویا اپنے "رشتہ حیات" کو توڑنا ہے۔

سنو سنو کان لگا کر سنو۔ ہاتفِ غیبی کیا کہہ رہا ہے کہ ......

"ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" سچ بتلاؤ کسی کو سرکشی سے بھی مخدومیت کا درجہ ملا ہے۔ ذرا انصاف سے کہنا کیا تمنے اپنے فرمانبردار لڑکے کو عاق کیا ہے۔ ہاں ہاں بتاؤ۔ کسی سے گالی سنکر تمنے اوسکا منہ میٹھا کیا ہے۔ سچ کہنا کیا بیوی کی خدمت سے خوش ہو کر تمنے اوسے طلاق دیا ہے۔

کیا واقعی تم خدا رکھتے ہو۔ کیا واقعی تم خدا کے تابع فرمان ہو۔ تو پھر جسکا تمہیں محکوم بنایا اوس کی نافرمانی کرنا خدا کی نافرمانی نہیں ہے تو کیا ہے۔ کیا واقعی تم نافرمانی کا ذلیل خطاب لینا چاہتے ہو۔ درحقیقت اگر یہی سمجھ تمہاری ہے تو ہمیں تمہاری اس سمجھ پر افسوس ہے۔ اور ہم تمہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

ہاں ہاں تم اپنی فریاد اپنے حاکم کے پاس لیجاؤ۔ یہی تمہاری اہلیت ہے

اور یہی تمہاری شرافت ہے۔ مگر اُسی طرح سے جیسے تم اپنے چھوٹوں سے "عرض" "معروض" "ادب" کے خواستگار ہوتے ہو۔

کیا تمہین معلوم ہے کہ "منہ پھٹ" "گستاخ" "نالایق" "بے ادب" کون لوگ کہے جاتے ہین۔ وہی جو اپنے بڑون سے ادب نکرتے ہون۔ وہی جنہین اپنے آقا کا لحاظ نہو۔

کیا تم کہہ سکتے ہو کہ فرمانبردار، لایق، وتمیزدار کون کہے جاتے ہین۔ وہی جو اپنے بڑون سے ادب۔ اور اپنے آقا سے لحاظ کرین۔

اب تبلاؤ فرمانبردار کے دفتر مین اپنا نام لکھوانا چاہتے ہو یا نافرمان کے۔ زیادہ عمر ہوجانے پر طفلی کا نہ جانا اور علم حاصل کرنے پر بھی زینۂ جہالت سے قدم نہ ہٹانا دلیل حماقت اور نادانی ہے۔ دیکھو اسے ہرگز مت بھولو کہ خطائے بزرگان گرفتن خطاست۔

خبردار یاد رکھو۔ "عبد" اور "معبود" کے رشتہ کو یا حاکم اور محکوم کے سروکار کو توڑنا موجب اپنی ہلاکت کا ہے۔ اور توڑنا بھی اُسکا دشوار نہین۔ بلکہ بالکل غیر ممکن ہے۔

(۲)۔ "انسان سے طیور کا مقابلہ"

تمہین معلوم ہے کہ قادر مطلق نے تمہین کون سا شرف بخشا ہے۔ کون سی بزرگی تمہین عنایت کی ہے۔ کس طرح کی طاقت تمہین تمہارے خدا نے دی ہے۔ وہی صانع مطلق جو ایک قطرہ پانی سے تمہین عالم وجود مین لایا۔ وہی خدا جس نے شامیانہ فلک تمہارے لئے کھینچا۔ رنگ برنگ کے ٹکڑے اوسمین چسپان کئے

آفتاب ماہتاب اور چھوٹے چھوٹے تارون سے اوس کی زیبائیش
بڑہائی۔ فرش زمین کو انواع اقسام کی چیزون سے سجا۔ اور اوس پر تم
بہ حیثیت مہمان کے رونق افروز ہوئے۔ اُسی معبود حقیقی نے طاقت
بھی تمہین ایسی بخشی جسکی تعریف دور از وہم و گمان ہے۔
دیکھو دیکھو ذرا تم شیر کی طرف دیکھو۔ جسکی صورت تم دیکھتے ہی
حواس سے باہر ہوجاتے ہو۔ قبل از وقت روح قالب سے پرواز کرجاتی
ہے۔ جس کی صرف ایک آواز اسقاط حمل کیلئے کافی ہے جسکی ایک چیخ
پر درخت کے پتے گر پڑتے ہین۔ مگر تمنے کبھی اپنی طاقت پر بھی غور کیا۔
بھولے سے بھی کبھی تمنے یہ سوچا کہ تم سے شیر کمزور ہے یا تم اوس سے کمزور ہو۔
آؤ آؤ تم اپنی طاقت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ دیکھو۔ تم اُسے نشانۂ بندوق
بناتے ہو۔ تم تیر سے کلیجہ اوس کا چھلنی کرتے ہو۔ تم تلوار کی تیز دہار سے
اُسے دو ٹکڑے کرتے ہو۔ تم اوسے مثل بکری کے اپنے پاس رکھتے ہو۔
اُس سے تم بلا تکلف ہاتھا پائی کرتے ہو۔ لڑتے ہو۔ تم دونون کی
کشتی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ تم اپنی طاقت اور اپنے زور کو تماشا
گاہون مین ہزارون اور لاکھون کے بیچ مین دکھلا کر داد شجاعت لیتے
ہو۔ لوگ حیرت انگیز طاقت کو تمہاری دیکھکر عش عش کرتے ہین۔ آنہ
دو آنہ سے لیکر دس بیس روپیہ ٹکٹ لگائے جاتے ہین۔ مگر افسوس
دیکھنے والے اتنا بھی نہین سمجھتے کہ ہم کس بات کی اور کس کی تعریف
کررہے ہین۔ آخرش زور کرنیوالا مثل ہمارے انسان ہی ہے۔ بھلا یہ بیچارے کیا سمجھتے
ہین جبکہ خود ہی شیر سے لڑنیوالے صاحب اپنی طاقت نہین سمجھتے ہین کہ آخرش وہ کونسی
مقناطیسی طاقت میرے رگ و ریشہ مین سرایت کرگئی ہے۔ بھلا اس پر وہ کیا

کرتے جبکہ ہاتھی جیسے قوی ہیکل جانور کہ جسکی لاغری کا بھی وزن سو من سے کم نہین ہوتا۔ اُسکو وہ مثل کٹھ پتلی کے نچایا کرتے ہین۔ چھوٹے بچے صرف "دُہت دہت" کی تازیانہ سے اونہین پریشان کئے رہتے ہین۔ گویا یہہ پہاڑ نما جانور بچے کے نزدیک ایک مٹی کے کھلونے سے زیادہ وقعت نہین رکھتا ہے۔ اگر اتنے پر بھی تم اپنی انمول طاقت کی قدر نہین کرتے یا اپنی قدرتی قوت کو نہین سمجھتے ہو تو چندان جائے شکایت نہین۔ مگر حسرت تو یہہ ہے کہ تم خدا کی اوس مخلوق کو بھی خدا کی دی ہوئی طاقت کے ذریعہ سے قید کرتے ہو جسکے ایک ادنیٰ اشارہ سے تمھاری ایک جان ہی نہین ضایع ہوسکتی ہے بلکہ لاکھون جانین اور سیکڑون بستیان غارت ہوسکتی ہین اور ہوتی ہین۔ وہ مخلوق خدا کی "دیو" ہے "پری" ہے "جن" ہے۔

غور تو کرو تم کرتے سب کچھ ہو۔ کوئی طاقت تمپر غالب نہین آسکتی ہے۔ مگر کیا یہہ افسوس کا مقام نہین ہے۔ کیا یہ مرجانیکی بات نہین ہے۔ کیا یہ انصاف کا خون نہین کرنا ہے۔ کیا یہہ تمھاری کوتہ نظری اور کوتہ اندیشی نہین ہے۔ اپنی طاقت اور تمھین اوسکا وزن تک نہین معلوم۔ اپنا زور اور تم کو یہ بھی نہین معلوم کہ اسکا مسکن کہان ہے۔

آہ۔ وہ زور جسپر اپنی زندگی کا دارمدار ہو۔ جو اپنے جینے کا سہارا ہو۔ تم اوسے جانو بھی نہین۔ پہچانو بھی نہین۔ تم اوس کی قدر نکرو تمھاری غیرت کیا ہوئی۔ تمھاری شرم کہان گئی۔ تمھارے پہلو مین ایک منصف مزاج دل تھا وہ کہان غایب ہوا۔

سوچو تو ۔ تم ذرا سا کام کرکے اورون سے داد کے خواستگار ہوتے ہو جسکی بدولت تم رستم زمانہ کہلاتے ہو ۔ چارون طرف تمہاری شہرت ہوتی ہے وہ طاقت تمہاری قابل داد ہو اور تم قابل داد ہو جاؤ ۔ ہان یہ مان لینے کی بات ہے کہ تمہارے داد کی قدرت کو ضرورت نہین ہے ۔ اور نہ تم داد دینے کے قابل ہو لیکن داد کے بدلے تم اوس قادر مطلق کا شکریہ بھی نہین ادا کر سکتے ہو ۔

ہان ہان ایسی بیش بہا شے کو دیدہ و دانستہ مٹی مین نہ ملاؤ ۔

اسکے مصرف کو سمجھو ۔ ورنہ تمہاری کوئی ہستی اور حقیقت نہین باقی رہیگی ۔

دیکھو خداوند کریم نے تمہاری طاقت کو بوئے گل کیطرح تم مین پوشیدہ رکھا ہے ۔ ذرا غور کرو اس بیش قیمت جواہر کو کس طرح سے تم مین نہان رکھا ہے نہ چور کے ہتے چڑہے نہ دشمن اُسے قبضہ مین کر سکے ۔ نہ تم سخاوت پر بھی کمر بستہ ہو کر کسیکو دے سکو ۔ یاد رکھو ۔ تمہارے مغلوب ہونے کی دلیل تمہاری کمزوری نہین ہے بلکہ طاقت نہ رہنے کا یہہ ثمرہ ہے ۔

جبتک غنچہ اعتدال سے قدم آگے نہین بڑہاتا ہے اُسکی خوشگوار اور فرحت بخش بو اسمین پوشیدہ رہتی ہے ۔ مگر جب غنچہ سے گل ہوتا ہے تو اسکی بو کی لپک باغ کی دیوار سے باہر پہونچتی ہے ۔ آخرش گل کو بھی بکھر کر صرف برگ گل ہی رہجانا پڑتا ہے ۔ پھر نہ غنچہ کا پتہ ہے نہ گل کا نہ بو کا ۔ مگر برگ گل ہے یا باد صبا کا تمانچہ ۔ ابھی کسی حسین کے گلے کا ہار ہو رہا تھا ۔ اور ابھی کوچہ و بازار مین لوگون کے پیرون کے تلے پس رہا ہے ۔ صرف بو ہی نکل جانے سے اتنی خرابیان اسکے سر پر آئین ۔

خدا کے لئے تم بھی نہ بکھرو ۔ اپنی طاقت کو رائیگان نہ کرو ۔ مگر ہان کم از کم اتنا پہلے سمجھہ لو کہ ”طاقت تم مین ہے“ اور اگر ہے تو کہان

ہے۔ اُس کی داشت کیونکر ہوسکتی ہے۔ یادرکھو۔ تمہاری طاقت بھی مثل "بوئے گل" کے ہے۔ نازک تو اتنی کہ ہوا لگتے کملائے قوی ایسی کہ کوئی طاقت اوسپر غالب نہ آئے۔ ہلکی ایسی کہ تمہین ذرا بار نہو۔ باوزن ایسی کہ ہمالیہ پہاڑ جسکے ہم پلہ نہو۔

ذرا اس راز کو تو سمجھو۔ پانچ سیر وزن کی چیز سے تم دبے جاتے ہو مگر ایسی زبردست اور وزن دار طاقت جسکے باعث سے بھاری سے بھاری چیز کو تم بہ آسانی اٹھا لیتے ہو۔ ایسے وزن دار شئے کے بوجھ کو نہ تم بوجھ سمجھتے ہو۔ اور نہ اوسکے بار سے تم دبتے ہو۔ اجی کیا تم کہ سکتے ہو کہ اپنی طاقت کے بوجھ سے ہم دبے جاتے ہین۔ ہرگز نہین۔ خدا نے یہ تمہارا ہی ظرف بنایا ہے کہ طاقت جیسی وزنی شئے تم مثل بوئے گل تمام لئے پھرتے ہو۔ اور تمہین کچھ معلوم نہین ہوتا بس اپنی طاقت کو سمجھو اور سمجھکر بوئے گل کیطرح چھپائے رہو۔ اِس کے بعد تمکو اوسکا مصرف بھی خود بخود معلوم ہو جائیگا۔

مگر اپنی طاقت کو سمجھکر کہین مثل گل خدا کے لئے اترا نہ جانا۔ زیادہ سر نہ اٹھانا۔ ذرا یاد رکھنا "طاقت شکن" تمہارے بغل ہی مین ہے۔ جسے تم نے "غرور" کا خطاب دے رکھا ہے کہین اِس زعم مین آکر اوس سے صاحب سلامت نہ پیدا کرنا۔ ورنہ یاد رکھو جو کچھ بھی تمہاری ھستی ہے باقی نہ رہیگی۔ صرف برگ گل کی طرح تمہاری طاقت رہجائیگی۔ اوسکو باد صبا کے طمانچے نے خاک مین ملایا۔ اور تم کو اس کے بوجھ سے دبجانا پڑے گا۔

دیکھو دیکھو اگر مشاہدہ کی ضرورت ہے تو آنکھین کھولو اور

دیکھو۔ غرور شکن کتنی خدا کی مخلوق ہین۔ دور کیون جاتے ہو کسی چھوٹے طیور ہی کی طرف دیکھو۔ سامنے تمہارے ایک بلبل بیٹھی ہے۔ تمہین اوس کی پیاری بولی نے اوسے اسیر کر لینے پر مجبور کر ہی دیا۔ مگر اللہ رے تیری تیزی ابھی ابھی تمنے اوسکے طرف ہاتھہ ہی بڑہایا تھا کہ وہ تمہارے مکان کی چھت پر جا بیٹھی تم سیڑہی کے سہارے سے وہان پہونچے۔ اور وہ دہیرے سے نیچے چلی آئی جب تک تم نیچے آؤ آؤ اور وہ چھت کے اوپر پہونچی۔ آخرش تم کہان تک دوڑوگے تھک کر بیٹھ ہی جانا پڑا۔ اور وہ سامنے تمہارے بیٹھی ہوئی اپنی مستانہ آواز سے تمہین مدہوش بنا رہی ہے۔ تم اوسے کیا گرفتار کروگے خود ہی اسیر ہوگئے۔ پیسہ بھر کے جانور کی یہہ طاقت ہے۔ تمہاری نہین تھکنے والی طاقت کو باتون ہی باتون مین تھکا ہی چھوڑا۔ اور تم مُنہ تکتے رہگئے۔ کہو کیا ہوئی وہ تمہاری طاقت جس پر تمہین غرور تھا۔

ہان اے حضرت انسان کے "غرور شکن" طیور۔ اے قادر مطلق کی پیاری چڑیو۔ بظاہر گل سے زیادہ تمہارا وزن نہین۔ مگر طاقت تمہاری نمونہ قدرت الٰہی ہے۔

اے میری پیاری چڑیو۔ میری کاشتکاری کی تمام پیداوار۔ باغون کے تمام میوہ جات تمہارے لئے ہین۔ جس خرمن سے تمہارا دل چاہے بچون کے لئے لیجاؤ۔ جس کھیت مین تم جا ہو چگو۔ نہ کاشتکار کی طاقت تمہین روک سکتی ہے۔ نہ باغبان کی قوت کچھ تمہارا کر سکتی ہے۔ قدرت کے تمام چشمے اور جھیلین تمہارے

لئے عمدہ سبیلین ہین۔ جہان تمہارا دل چاہے تم اپنی پیاس بجہاؤ۔ تمہارا
کوئی ہاتھ نہین پکڑ سکتا۔ شاہون کی بلند بلند عمارتین قدرت کے سبزہ زار
اور دشوار گذار وادیان جہان کوئی پھٹک نہین سکتا۔ جنکے دروازے تمہاری لئے
کہلے ہوئے ہین۔ جس شاہی کمرے مین تمہارا جی چاہے رہو۔ انڈے بچے دو۔
کوڑا کرکٹ جمع کرو۔ جس باغ مین چاہو جاؤ۔ جس شاخ پر چاہو بیٹھو جس
پہول کو چاہو توڑو۔ اور جس جگہہ چاہو غل مچاؤ۔ کوئی تمہین روک نہین سکتا ہے
اے صانع مطلق کی پیاری مخلوق چڑیو۔ ہم تمہین کو اشرف المخلوقات
کیون نہ کہین۔ تمہاری صحبت اور حالت ایک حیثیت کی۔ افلاس اور
محتاجی کا تم مین نام نہین۔ حاسد اور محسود بننے سے تمہین کام نہین
نہ تم مین کوئی دولتمند ہے کہ غریبون کو حقیر سمجھے۔ نہ کوئی غریب ہے کہ
دولتمندون کا دست نگر رہے۔ نہ تم کسی کے افسر ہو۔ اور نہ کسی کے ماتحت۔
نہ کوئی تم مین باوقعت ہے اور نہ کوئی ذلیل۔ نہ تمہارے پاس کوئی جائداد
ہے کہ وارثون مین تمہارے تنازعہ ہو۔ نہ تم کسی کے مقروض ہی ہو کہ
تم کو اُسکے ادا کرنے کی فکر ہو۔ نہ تم کوئی مذہب رکہتے ہو کہ تم مین کوئی تفرقہ
ہو اور نہ تم کسی پر اعتراض کرتے ہو کہ مباحثہ ہو۔ تمہاری ملکیت کی
ابتدا ہر جگہہ سے ہے۔ مگر انتہا کی خبر ہی نہین ہے کہ سرحدی تنازعہ
پڑے اور جہگڑا ہو۔ نہ تم کسی پر حکومت کرتے ہو اور نہ کشت و خون
ہوتا ہے۔ تن پوشی کی بہی تم کو فکر نہین۔ قدرت نے سادہ یا رنگین
مگر اس طرحکا پاک لباس تمہین پہنا دیا کہ تم اوس مین خوش ہو مست
ہو۔ نہ وہ میلا ہوتا ہے۔ نہ پہٹتا ہے۔ بس ایک لباس تمہاری مدت العمر
کیلیئے کافی ہے۔ صانع مطلق نے تمہارے چہوٹے چہوٹے پنجون مین

اور تمہارے ملایم پر و بازو مین اس طرح کی برقی طاقت بھر دی ہے کہ ہماری آہنی مشینین اور آہنی انجنین محض لڑکون کا کھیل معلوم ہوتی ہین۔ بلند پہاڑون کی اُن چوٹیون پر جہان ہماری طاقت ہم کو کیا پہونچا سکتی ہے۔ وہم و گمان کا بھی پہونچنا دشوار ہے۔ عمارت کے اُن بلند میناروں پر جہان ہماری نظر تک نہین پہونچ سکتی۔ تم اپنی ننھی سی جان لیکر اے پیارے طیور جاتے ہو۔ مگر نہین وہی تمہاری طاقت ہے جو تمہین وہان بہ آسانی پہونچاتی ہے۔ واقعی تمہاری اوڑان غضب کی اوڑان ہے۔ اور تمہاری طاقت درحقیقت نمونۂ قدرت مالک دوجہان ہے۔ سچ کہنا شرمندہ ہونا۔ "غرور" طاقت شکن ہے۔ پھر "طیور" کو کیون نہ غرور شکن کہوگے۔ ابھی ابھی تمنے شیر کو زمین پر پچھاڑا تھا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ہاتھی کو اونگلیون پر نچایا تھا۔ اور ابھی ایک "بلبل" نے تمہین اڑے تک نہ پہونچنے دیا۔ کیا ہوئی شیر کا شکار کرنے والی طاقت اور کیا ہوئی ہاتھی کو نچانے والی قوت۔ سنو سنو۔ غرور پر تصدق ہوگئی۔ نہین نہین۔ "غرور" نے تمہین بکھرا دیا۔ اور وہ مثل بوئے گل تم سے جدا ہوئی۔ نہ تم غنچہ ہی رہے نہ گل۔ آخر شش پنجہ مین کمان سے بو آئے۔ اور کیون نہ بلبل کا پنجہ تیر چل جائے۔

اگر واقعی غور کرو تو تمہاری "طاقت"، تمہاری "عزت" اور تمہاری "حکومت" سب سے اعلیٰ ہے۔ مگر اوسی وقت تک جبتک کے تم غرور کے دشمن ہو۔ ورنہ اوس سے شناسائی کے بعد تمہاری ہستی گو لر کے کیڑے سے بھی کمتر ہے۔ اور تمہارا عدم وجود برابر ہے۔ ......

......

(۳) - تکلیف اور آرام

"موت" "حیات" "بیماری" "تندرستی" "رنج" "راحت" درحقیقت کوئی شے نہین ہے - اگر ہے تو صرف حضرت انسان کا خیال ہے جو مثل اسپ یا د رفتار ہفت فلک کی سیر کرا رہا ہے - اور انسان ہے کہ خیالی گھوڑے کی پشت پر بیٹھا ہوا کبھی چوتھے فلک پر پہونچکر مثل آفتاب درخشان وتابان نظر آتا ہے - اور گاہے تحت الثریٰ تک پہونچکر نیست ونابود ہوجاتا ہے - مرجانا بھی زندون کے نزدیک مصیبت ہی ہے - اسمین کوئی شک نہین کہ موت سے بڑہکر دوسرا غم ہو نہین سکتا - لیکن ہم دیکھتے ہین کہ ایک کے موت پر اگر کسی کو غم ہوتا ہے تو دوسرے کو خوشی - اور کوئی ہے کہ اسکو خبر تک نہین ہوتی ہے کہ کون مرا اور کون جیا - پہر کس طرح ہم موت کو مصیبت سمجھین - جبکہ موت کسی کے لئے خوشی کا پیغام لاتی ہے اور کسی کے لئے حسرت و یاس بنکر آتی ہے -

بخار اپنی معمولی حرارت سے کسیکو دیوانہ بنائے رہتا ہے - دوسرا ایک کسان ہے جسپر مہینون سے بخار کا سایہ ہے - لیکن نہ وہ کسی حکیم کے پاس جاتا ہے نہ ڈاکٹر کے پاس - بلکہ ہر روز صبح سے شام تک ہل جوتا کرتا ہے - اسکو اس کی بھی خبر نہین ہوتی ہے کہ میرے جسم مین اسوقت حرارت کتنی ہے - آخرش وہ بغیر دوا دارو کے اچھا بھی ہوجاتا ہے اور اچھا کیون نہو جبکہ وہ اپنے کو بیمار ہی نہین سمجھتا ہے - رنج و راحت خوشی اور غم کی سچ جو پوچھو تو ایک ہی حالت ہے

جسمین ایک شخص رنجیدہ اور دوسرا خوش معلوم ہوتا ہے۔ ایک مزدور
شام کو چار آنے پاکر کیسا خوشی خوشی اپنی بیوی بچون سے جاکر ملتا
ہے۔ اس کی خوشی کا عالم نہ پوچھو۔ مگر دوسرا شخص ہزارون اور
لاکھون روپئے حاصل ہونے پر بھی اتنا خوش نہین نظر آتا ہے۔
ایک جھونپڑے کے رہنے والے سے پوچھیئے اوس کو قصر
شاہی سے زیادہ لطف اوسمین حاصل ہے۔ اور ساکنان قصر شاہی
ہین کہ دل اونکے اُچاٹ ہین۔ وہ کمرے جو مثل عروس سجے ہوئے
ہین بریلی کے جیلخانہ سے انہین بدتر معلوم ہوتے ہین۔
دیکھو یہ قدرت کا راز ہے۔ اور وہ راز یہی ہے کہ قدرت نے
ہر شخص کو خواہ وہ کسی مرتبہ کا ہو خوش رہنے کے لئے پیدا کیا ہے
غلطی سے لوگ "دولت" اور "مفلسی" کو خوشی اور غم کا ضامن سمجھتے
ہین۔ مگر درحقیقت یہ صرف دھوکا ہی دھوکا ہے۔ روپیہ اطمینان
قلب یا بالفاظ دیگر خوشی و غم کا ہرگز ضامن نہین بن سکتا ہے۔
ایک مفلس ہے جسے یکایک ایک لاکھ روپئے ملنے کی خبر
نے مار ہی ڈالا۔ اِسکے بعد اوسی مفلس کا لڑکا اوس ایک لاکھ معقول
رقم کا مالک و وارث ہوا جسکے باعث سے اُسکے مفلس باپ کو
موت یا بالفاظ دیگر شادی مرگ نصیب ہوئی۔ دیکھیے وہ لڑکا اعلی
درجہ کی فٹن پر جارہا ہے۔ کیا اِس دولت کا دونون پر یکسان اثر پڑا
ہرگز نہین دیکھو دولت ایک کے لئے زہر ہلاہل اور دوسرے کیلئے
شربت کا گھونٹ یا آبحیات ثابت ہوئی۔ اس موقعہ پر یہ نقل بھی قابل ذکر ہے کہ۔
ایک بادشاہ کے یہان کوئی نیا اور نیک کلم منگل

کے دن سے شروع نہین کیا جاتا تھا۔ جب وہ بادشاہ ضعیف ہوا تو اُس کی یہ خواہش ہوئی کہ اپنی حیات ہی مین اپنے لڑکے کو تاج و تخت حوالہ کر دین۔ چنانچہ تاج پوشی اور تخت نشینی کے لئے ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اتفاق سے جو تاریخ مقرر ہوئی وہ دن منگل کا پڑتا تھا۔ ولیعہد نے کہا کہ باپ جان کیا اچھا ہوتا کہ بجائے منگل کے کوئی اور مبارک دن مقرر کیا جاتا۔ بادشاہ نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ بیٹا "منگل" کا دن تو تمہارے لئے مبارک ہی ہے اسلئے کہ تمہین خداوند ذوالجلال تخت و تاج عنایت فرماتا ہے۔ ہان ہمارے لئے البتہ منحوس ہے۔ کیونکہ بلا وجہ ہم سے تاج و تخت چھینا جاتا ہے۔

بہر کیف غور کرکے دیکھو۔ قدرت نے سب کو ایک ہی حالت اور ایک ہی طرح سے پیدا کیا ہے۔ ایک بادشاہ بیگم اور ایک معمولی کسان کی بیوی مین بچہ جننے وقت کچھ بھی فرق نہین ہوتا۔ یکسان طور پر دونون کے یہان بچہ پیدا ہوتا ہے۔ غرض پیدائش اور پرورش مین دونون کے فرق نہین ہے۔ بڑا ہونے کے بعد اب یہ مولود کے ہاتھہ مین ہے کہ وہ اپنی حالت جس طرح کی چاہے بنالے۔ غور کرکے دیکھو امتیاز بڑی عمر مین جاکر قایم ہوتا ہے۔ چھوٹی عمر تک سب بچے یکسان رہتے ہین۔

افسوس قدرت کی اس ہم آہنگی کو ہم نے بالکل بُھلا دیا ہے۔ اور خواہ مخواہ ہم دولت و مفلسی کے چکر مین پڑ گئے ہین۔ ورنہ درحقیقت روپیہ کی کمی بیشی خوشی اور رنج پر مطلق اثر نہین ڈالتی۔

بتلاؤ تو کیا متمول شخص اپنے کسی مرض کی تکلیف اور غم کو روپیہ کی خوشی مین آکر بھول سکتا ہے۔ کیا کسی امیر کو اپنے بیٹے کے مرجانیکا غم اور

اپنے مکان کے گرجانیکا افسوس نہین ہوتا ہے - کیا دولت اسکے سارے رنج کو ٹالدیتی ہے - اگر یہ بات نہین ہے تو روپیہ خوشی اور غم کا ضامن کیونکر ہوا فی الحقیقت اصلی خوشی وہ ہے جس کے نزدیک غم پھٹکنے نہ پائے - اور اصلی غم وہ ہے جسکے نزدیک کوئی خوشی پہونچنے نہ پائے -

یاد رکھو نان جوین پر گذارا کرنے والا شخص ایک روز "بیریانی" کھاکر جتنا خوش ہوگا دولتمند کو اس کی خوشی کا سولہوان حصہ بھی نصیب نہین ہوسکتا - اور صرف اسوجہ سے کہ ایک دولتمند کے نزدیک "بریانی" ایک معمولی کھانیسے زیادہ حیثیت نہین رکھتی ہے اور وہ امیر اوسکے کھانے کا عادی ہوجاتا ہے - کاش انسان کی زبان مین اگر ذائقہ کے بیان کرنے کے الفاظ ہوتے تو نان جوین پر گذارا کرنے والے سے "بیریانی" کی تعریف سنکر وہ امیر نان جوین پر عاشق ہوجاتا -

یون سمجھیے کہ آپ خس کی ٹٹیون مین بیٹھنے کے عادی ہین - پانی برف کا پیتے ہین - آپ اپنی حسب عادت خس کی ٹٹی مین بیٹھے ہین - بجلی کے پنکھے چل رہے ہین - برف مین پانی کے قرابے لگے ہین - اور آپ لطف زندگی اٹھا رہے ہین - مگر ایک غریب مزدور جل جلاتی ہوئی دہوپ مین بلا چھتری کے جا رہا ہے - پسینہ مین عرق عرق ہے - دہوپ کی تیزی سے مُنہ تمتما گیا ہے - اگر آپ ان ہی ٹٹیون اور بجلی کے پنکھون کے نیچے اس شخص کو تہوڑی دیر کے لئے آرام کرنے دین - شاید پانچ ہی منٹ کے اندر اُس کمرے کی ٹھنڈک اور سجاوٹ اوسے تھپکیان دے دیکر بیخبر کردے گی - جہان آپکو دن مین دس پانچ منٹ بھی نیند مشکل سے آتی ہے - پہر اسکے بعد ان ٹٹیون کی کیفیت آپ اوس مزدور سے پوچھین

واللہ آپ کہہ اوٹھین گے کہ اس راحت وآرام کا ہزاروان حصہ بھی مجھے کبھی محسوس نہین ہوا۔ سوچیئے تو کیا وجہہ ہے کہ بجلی کے پنکھے خس کی ٹٹی اور برف کے پانی سے وہ ٹھنڈک آپکو میسر نہوئی جو اوس مزدور کو پانچ منٹ کے اندر نصیب ہوئی۔

ایک بادشاہ کی پلنگڑی پر ایک غلام ذرا دیر کے لئے سو رہا۔ بادشاہ یکایک اُس کمرے مین پہونچا۔ غلام کی یہ بدتمیزی دیکھکر سنو دُرون کے مارنے کا حکم صادر فرمایا۔ غلام یہ حکم سنکر رونے لگا۔ بادشاہ نے کہا۔ "مردود تونے کیون ایسی دلیری کی۔ مادولت کے بستر پر کیون سویا۔ غلام نے کہا حضرت سلامت ہم روتے اسلئے ہین کہ ہم دس پانچ منٹ اس جواہر نگار پلنگ پر سوکر سنو درون کے سزاوار ہوئے۔ اور جو شخص اس پر ہمیشہ استراحت فرماتا ہے وہ خدا کے یہان کئی کڑوڑ دُرونکا سزاوار ہوگا۔ کیونکہ یہہ سزا میری صرف اُس پر سونیکے باعث سے تجویز ہوئی۔ پھر دوسرے بھی آخرش اس پر سوتے ہی ہون گے"۔ بادشاہ یہ سنکر بہت ہی متاثر ہوا۔

تاناشاہ کا دماغ صرف ایک گھوسن کے سامنے سے گذر جانے پر اولٹ گیا۔ اور فوراً ہی وہ نازک مزاج اور نازک دماغ بادشاہ جان بحق تسلیم ہوا۔ آخرش اُس بدبو کا اثر اوس گھوسن پر کیون نہوا۔ اور تاناشاہ بھی انسان ہی تھا ذراسی بدبو نے اُسے کیون ہلاک کیا۔

اکثر دہقانی شاہی محل مین جاکر فوراً ہی اجل کے ہمکنار ہوئے ہین۔ شاہی کمرون کی خوشبویات موجب اونکی ہلاکت کا ہوئی ہین۔ اب تم کہہ سکتے ہو کہ خوشبو باعث مسرت ہے یا بدبو . . . .

آپ دوچار مُتموّل اور دوچار غریبون کو اپنے سامنے کھڑا کرکے دیکھین کہ ان کی جسمانی صحت کی کیا حالت ہے۔ دیکھتے ہی آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اُمرا اُن غریبون کے آگے بہت ہی ذلیل اور حقیر ہین۔ اُن کی جسمانی صحت بالکل اچھی نہین ہے۔ اب غور کیجئے اور دیکھیئے کہ دولت تو راحت و آرام کی ضامن نہین بنی۔ اِس سے معلوم ہو گیا کہ خوشی و غم کا انحصار ہرگز دولت اور مفلسی پر نہین ہے۔ اور نہ کسی خاص شئے پر ہے۔ بلکہ یہہ دونون کیفیتین قلب کی خاص حالت سے ہوتی ہین۔ اور اس مین انسان کے "خیال" کو بہت بڑا دخل ہے۔

رات کے بغیر دن کی قدر نہین معلوم ہوتی۔ یہ قانون قدرت ہے۔ اب جو شخص رات کو دُکھ مانے تو کیا فی الحقیقت وہ شخص دُکھی ہے۔ وہی شخص جب ناچ کی محفل مین بیٹھا تھا تو خوشی منا رہا تھا کہ ابھی صبح نہ ہو اور وہی شخص جب سرکاری کام کرنے لگا تو اُس رات کو دشمن اور تکلیف وہ کہنے لگا۔ این چہ معنی دارد۔ کیا رات ہی دُکھی ہے۔ "رات" وہی رات ہے جو آپ کے شادی کے دن تھی۔ یا آج آپ کے لڑکے کے مرجانے کے دن ہے۔ انصاف سے کہئے تو کیا آپ رات کو بدنام کرسکتے ہین کیا رات موجب الزام ہے۔

پانی کسی کی پیاس کو بھی بجھاتا ہے۔ اور جلے ہوئے پر آبلہ بھی لاتا ہے۔ سنکھیا ہی کے کھانیوالے وارہ موت کے سُپرد ہوتے ہین اور سنکھیا ہی کے کھانیوالے توانا و چُست ہوتے ہین بس یہ سب خیالات کے اثر ہین۔ اگر خیالات اچھے ہین چارونطرف عیش ہی عیش ہے۔ اور اگر خیالات گندے ہین تو ہر طرف تکلیف کا سامان ہے۔ انسان اپنے ہی خیالات سے ایک ہی چیز مین آرام بھی مانے تکلیف بھی مانے اسکو اختیار ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ پہلے آرام کا خیال ہوتا ہے۔ جب ہی تکلیف بھی ہوتی ہے یعنی جسکو ہم آرام مان رہے ہین اوس کے نہونے یا گھٹ جانے سے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن وہ انسان جس کو آرام ہی کا خیال نہین ہے تکلیف کیسے پاسکتا ہے۔ یہ بات انوکھی اور بظاہر بے معنی معلوم ہوتی ہے بہلا وہ انسان کیا جس کو آرام و تکلیف محسوس نہون۔ لیکن نہین یہ بات نہین ہے تم اپنے خیالات پر قبضہ کرو پہر دیکھو کہ تمہاری کیا حالت ہوتی ہے۔

ایک عام انسان جس سے تمہارا کچہہ تعلق نہین ہے جب وہ مرجاتا ہے تو تم کو تکلیف نہین ہوتی۔ لیکن وہی موت جب ایک دوسرے انسان پر آتی ہے جسکو تم نور نظر کہتے ہو یا قوت بازو۔ تو زار زار روتے ہو۔ موت تو یکسان ہے۔ خواہ زید کی ہو یا بکر کی۔ لیکن یہان تمہارا خیال تمہارا جذبہ بدل جاتا ہے۔ ایک کو اپنا کہتے ہو اور ایک کو پرایا۔ اگر سب کو یکسان سمجہنے لگ جاؤ تو پہر دُکہہ کہان اور سُکہہ کہان۔ اگر خیال کرو تو ساری تکلیفین جو تمہین محسوس ہو رہی ہین یا آیندہ ہونیوالی ہین یہ سب تمہارے ہاتہہ کی پیدا کی ہوئی ہین۔ تمہارے فعل کا نتیجہ ہین۔ تمہارے ناپاک خیالات کے ثمر ہین۔ اور یہ تم روزمرّہ اپنی آنکھون سے دیکھتے ہو۔

پہلے اپنی شادی کی تمنا ہوئی۔ اوسکے بعد اولاد ہونے کی خواہش ہوئی۔ پہر جب اپنا لڑکا بڑا ہوا تو اُس کی شادی کی فکر ہوئی۔ اور جب اُسکی شادی ہوگئی تو پوتا ہونے کی آرزو ہوئی۔ اور اب اس غم مین گہلے چلے جاتے ہین۔ غرضنکہ ایک آرزو برآئی اور دوسری تمنا سر پر موجود ہوئی۔ خدا خدا کرکے یہ بھی پوری ہوئی تو تیسرا حوصلہ اور پہر چوتھا۔ ارمان مثل تصویر سامنے آموجود ہوئی۔ غور کرکے دیکھو تو خواہشون کا پورا کرنا نہ تو قیامت تک ممکن

ہے۔ اور نہ اسطرح اصلی راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ بس خیالی گھوڑے سے نیچے قدم رکھو۔ زمین پر چلو۔ یاد رکھو چلنے ہی سے آدمی گرتا بھی ہے اور چلنے ہی سے منزل مقصود کو بھی پہونچتا ہے۔ بس پاک خیالات کو دلمین جگہہ دو۔ اصلی راحت اور مصنوعی عیش مین تمیز کرو۔

جسے تم رنج و راحت سمجھتے ہو وہ درحقیقت زندگی کا چڑھاؤ اوتار ہے۔ یون سمجھو جب تم کسی کوٹھے پر جاتے ہو تو ایک پیر تمہارا نیچے کے زینہ پر ہوتا ہے تو دوسرا اوپر کے زینہ پر۔ جب تم چلتے ہو تو ایک پیر تمہارا آگے ہوتا ہے اور ایک پیچھے۔ اس صورت مین تم کیا کہہ سکتے ہو کہ ایک پیر ہمارا مصیبت مین ہے۔ اور دوسرا عیش مین۔

دیکھو مصنوعی خوشی کو نہ خوشی سمجھو اور نہ مصنوعی غم کو غم۔ اصلی راحت کو تلاش کرو۔ تمہارے دلمین موجود ہے۔ دوئی کا پردہ ہٹاؤ۔ من و تو کا جھگڑا باقی نہ رکھو پھر عیش ہی عیش ہے۔ اس خیال کے عامل باعمل تم اُس وقت کہے جاؤگے جبکہ مثل اپنی تکلیفون کے تم دوسرون کی تکلیفون کو محسوس کرنے لگوگے بس اللہ تم کو نیک توفیق عطا کرے۔

(۴) ۔ "زندگی"

آہ "زندگی" مین تیری کن لفظون اور کن بیش بہا جملون مین تعریف کرون تیری تعریف کیلئے "عمر خضری" چاہئیے۔ گرچہ تو ایک پنج حرفی لفظ کے سوا نہین مگر تیرے ہر حرف کے تشریح کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ اور تیرے ہر حرف مین معرفت الٰہی ہے۔ تیری قدر کوئی اُنسے پوچھے جو سولی پر چڑھ رہے ہون۔ جو بستر غم والم پر پڑے دم توڑ رہے ہون۔ اور جن کی گردنین تلوار کے

نیچے ہون دنیا کی کوئی ایسی شے نہین ہے جو تجہہ سے زیادہ عزیز ہو۔ تیری دلجوئی کے لئے تیری عافیت و آرام کے لئے۔ اور تیرے دل بہلنے کیلئے وہ کون سا ایسا سامان ہے جسکو بہم نہ پہونچایا۔ تجہے قایم رکہنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ہوادار عمارتین بنوائین۔ تیری تفریح طبع کے لئے خانہ باغ بنوائے۔ عمدہ سے عمدہ اور لذیذ سے لذیذ کہانا تجہے کہلایا۔ پہول سے زیادہ نرم بستر پر تجہے سولایا۔ تیرے خوش کرنے کے لئے باریک سے باریک اور ملایم سے ملایم پوشاک بنوائی۔ دنیا کی "نعمت" دنیا کی "عزت" دنیا کی "دولت" دنیا کی "حکومت" غرضکہ حتے المقدور کوئی ایسی شئے نہین ہے جسکو تیرے لئے اور صرف تیرے لئے جائز اور ناجائز وسائل سے حاصل کی ہو . . . . مگر اب مجہے دیکہنا یہ ہے کہ تونے کون سی ہمدردی میرے ساتہہ کی۔ کون سا نیک سلوک تونے کیا۔ تو پابند وفا رہی یا مین۔ میری اتنی سی محنتون کی کون سی مزدوری تونے دی۔ مین تو تیری نیند سویا۔ اور تیری نیند جگا۔ مگر تونے کیا کیا۔ کیا یہی کہ کبہی بچپن مین جدا ہوئی۔ کبہی سن بلوغ مین۔ اور کبہی ضعیفی مین جبکہ میرے اعضا مجہے جواب دینے پر کمر بستہ ہو گئے۔

ہائے "زندگی" اب مین تجہے کیا کہون۔ جب کبہی ذرا سی بہی تکلیف تجہے محسوس ہوئی مین بیقرار ہوگیا دنیا کی ساری نعمتون پر لات ماری۔ لاکہون روپیے تیرے علاج معالجہ مین مین نے صرف کر دئے۔ اور تو میری کوششون سے توانا و چست ہوئی اگر تو کبہی کسی جرم مین ماخوذ ہوئی تو مین تجہے جہوٹی سچی شہادتون سے لوگون کی چاپلوسی اور خوشامدون سے بچا لایا۔ کیا اسکا یہی صلہ تہا جو تونے کیا اور کر رہی ہے۔ کیا یہی

عوض تھا جو تونے مجھے دیا اور دے رہی ہے۔ ارے ایسی بھی بیوفائی اور کج ادائی کیا۔ بھلا کم سے کم تو یہی کرتی کہ چلتے وقت زور سے نہ سہی آہستہ ہی سے سہی مجھ سے تو کہہ دیتی کہ "اب مین جا رہی ہون" یا "جانیوالی ہون" اور کچھ نہ سہی مین خبردار تو ہو جاتا۔ مین اپنے نیک و بد مین تمیز تو کر لیتا۔ حرف تیرے لئے اور تیرے بہوسہ پر مین نے کیا کیا نہ کیا۔ کیا کیا نہ کرتا تھا۔ اور کیا نہ کرنے والا تھا۔ مگر تیرے بیوقت اور بغیر کہے ہوئے "جانے" نے ساری تمناؤن اور ساری حسرتون کا خون کر دیا۔ کیا یہی رسمِ وفا ہے۔ دل لیکے دلداری نکرنا کون سے مذہب و ملّت کا طریقہ ہے۔

اے "زندگی" تو میری وفاداری کو دیکھہ۔ جسوقت تو مجھ سے جُدا ہوتی ہے تیرے غم مین حیص و حرکت مین پڑا رہتا ہون۔ میرے نزدیک میرے عزیزون دوستون کا ہجوم ہوتا ہے۔ میرے عزیز مجھے رو رو کے اور یہی کہہ کے مناتے ہین کہ "اُے میرے بچھڑنے والے مسافر! اے میرے خاندان کے ناخدا۔ اے میرے غم کھانے والے۔ اے میرے راحت و آرام دینے والے تو کیون خفا ہوا۔ خدا کے لئے آنکھین کھول منہ سے بول۔ تو کب کا جگا تھا۔ اور کیون ایسی بیخبری کی نیند مین پڑا ہے۔ اوٹھہ اوٹھہ خدا کے لئے اوٹھہ دیکھہ تیرے ننھے ننھے وہ بچے جنکا اُسبو رنا تجبے شاق تھا۔ بلک رہے ہین۔ آخرش تو ان معصوم بچون سے کیون خفا ہو گیا"۔ احباب اپنے دیرینہ خلوص الفت کو یاد دلاتے ہین ... ... مگر اے "زندگی" تیرا شیدائی۔ تیرا گرویدہ۔ اور تیرے نام پر مٹ جانیوالا ہے کہ کروٹ بھی نہین بدلتا۔ ہون ہان بھی نہین کرتا۔ آخرش مجبور ہو کر تیرے ہجران دیدہ کو لوگ وایہ قبر کو ہمیشہ کے

لئے سونپ دیتے ہین - اور ذراسی بیوفائی پر کچھ ایسے خفا ہوجاتے ہین کہ کبھی بھولے سے بھی قبر یا مرگھٹ پر نہین آتے - اور نہ یہ پوچھتے ہین کہ "روٹھنے والے کہہ کیسی گذرتی ہے" مگر تیرا شیدا تیرا عاشق زار اس کی مطلق پرواہ نہین کرتا ہے - اپنے کو مٹی مین ملادیتا ہے - اپنے کو جلاکر خاک کردیتا ہے - اور اپنے نشان کو صفحۂ ہستی سے مٹادیتا ہے لیکن اپنے کسی عزیز سے بولنا بھی حرام سمجھتا ہے -

اے "زندگی" کیا اب بھی تو مجھے "اسیر وفا" اور اپنے کو "پابند جور و جفا" نہ کہے گی - کیا تجھپر یہ مثل صادق نہین آتی ہے کہ ؎

نکوئی با بدان کردن چنان است
کہ بد کردن بجائے نیک مردان

مگر نہین نہین اے میری عزیز "زندگی" یہ بات نہین ہے - تو بے وفا نہین بلکہ ایک باوفا مونس ہے - تیری جسقدر عزت و توقیر کیجائے بجا ہے تیرا احسان ایسا نہین ہے جسے کوئی ملیامیٹ کرسکے - احسان فراموش تجھے بیوفا کہین اس سے کیا ہوتا ہے - مگر درحقیقت تو ایک نعمت غیر مترقبہ ہے - قسمت سے تو میرے ہاتھ آئی تھی - مگر تو مجھے کیا مردہ کریگی مَین نے خود تجھے کند چھری سے ذبح کرڈالا - مین نے خود تجھے برباد کیا - اور ساتھ ہی ساتھ تیرے اپنے ہاتھون خود بھی نیست و نابود ہوا -

اے میری پیاری "زندگی" تو نے انبیاؤن کا ساتھ دیا - اولیاؤن کی انیس رہی - بڑے بڑے دیوتاؤن کی تو ہمدم رہی - بزرگان دین اور بزرگان ملک اور قوم نے تیری قدر کی - تو نے اسکے صلہ مین اونکو اُن کی موجودگی مین آفتاب بناکر آسمان پر چمکایا - اور عدم موجودگی مین عرش اعلیٰ پر پہونچایا - گرچہ سوائے اون کی سوانح عمریون کے کوئی بھی ایسا

شاہد موجود نہین ہے جو یہ بتلائے کہ "مین نے اونکو دیکھا ہے"۔ مگر اے "زندگی" صد آفرین بختیر گرچہ تو خود بھی موجود نہین ہے۔ لیکن وہ ہنوز زندہ ہین۔ اور تا قیامت زندہ رہین گے۔ آج بھی "دنیا کی سلطنت" اون کے قدمون کے نیچے ہے۔ یہہ تیرا فیض ہے۔ یہ تیرا احسان ہے۔ اور یہ تیرا سچا معجزہ ہے۔ اور اُن پر کیا منحصر ہے ہر ادنی واعلی پر تیرا احسان ہے۔ مگر ہان جو تیرے "رمز" کو سمجھے جو تیرے "بھید" سے واقف ہو کہ "تو" کیا ہے کہ نظر نہین آتی مگر آسمان و زمین سب تیرے ہی لیئے ہے۔ اے میری قابل قدر "زندگی" تجھے سوائے "مومن" کے دوسرا کون سمجھے۔ تیرا "مومن (ایماندار) اور صرف "مومن" سے دامن چولی کا ساتھ ہے۔ مشاہدہ کیلئے تم اپنے بادشاہ وقت کی علی کارروائیون کو دیکھو ایک ہی قانون کی زنجیر کی سب لڑیان ہین۔ جو قاعدے تمہارے لیئے ہین وہی اپنے لئے چھوٹے بڑے مین نہ کوئی امتیاز ہے اور نہ کوئی چھوٹا بڑا ہے۔ تم خود امتیاز پیدا کر کے اپنی پیاری "زندگی" کی مٹی خراب کرو یہہ دوسری بات ہے ورنہ جب بادشاہ وقت کے تم خوش نصیبی سے رعایا ہو اوسکا مقصود تمہاری "زندگی" کو راحت و آرام پہونچانا ہے۔

آنکھین کھولو اور اپنے بزرگان دین و بزرگان قوم کے علی کارنامون کو ملاحظہ کرو۔ "ودیا ساگر" جیسے فخر ملک کی زندگی کو دیکھو۔ "سر سید" مرحوم کی حیات کا سفر نامہ ملاحظہ کرو۔ انہون نے اپنی چند روزہ "زندگی" مین کیا کیا غالبًا اوسکے اعادہ کی ضرورت نہین باقی ہے۔ مختصر لفظون مین بس یون سمجھ لینا چاہیئے کہ "وہ" مرجانے پر بھی اپنے کو زندہ چھوڑ گئے۔ اور مین اپنی "زندگی" مین مردہ سے بدتر ہو گیا۔

از شرق تا غرب و از جنوب تا شمال وہ کون "ایماندار" ہے جو "سر سید مرحوم کا ادب سے نام نہ لیتا ہو اور اُسکے گوشۂ دلمین ان کی قابل فخر یاد کی جگہہ نہو۔ درحقیقت انھون نے "زندگی" کو خوب سمجھا۔ "زندگی" کا مصرف کیا ہے۔ کوئی ان کی عملی کارروائیون سے سیکھہ جائے۔ ملک کو فائدہ پہونچانا۔ اپنی قوم کو خواب غفلت سے بیدار رکھنا بادشاہ وقت کی فرمان برداری سے گردن اوپر نہ اٹھانا کسی معاملہ مین اپنی ذاتی غرض سے کوئی غرض نہ رکھنا اپنی نام آوری کا اپنے دل مین خیال تک نہ لانا۔ کسی کے بُرا کہنے کو بُرا نہ ماننا بلکہ اوس سے ایک اچھا نتیجہ پیدا کرنا۔ یہ اون کا فرض تھا۔ ملک کے آرام کو اپنا آرام۔ قوم کے فائدہ کو اپنا فائدہ۔ بادشاہ کی فرمانبرداری کو اپنا رشتۂ حیات ہمیشہ مرحوم نے سمجھا۔ اگرچہ وہ آج بظاہر موجود نہین ہین۔ مگر جب ادب سے اُنکا نام لوگ لیتے ہین۔ اکثر زندون کو رشک و حسد ہوتا ہے۔ حسرت تو اسپر ہوتی ہے کہ مرحوم مغفور" کا لوگ نام تک نہین لیتے ہین۔ صرف "سر سید" ہی کے کہنے سے ساری خلق اللہ جان جاتی ہے کہ یہہ کس "خیر خواہ ملک اور قوم" یا کس خطاب یافتہ رحمدل گورنمنٹ برطانیہ کا نام نامی و اسم گرامی ہے۔ یہ ہے پاک "زندگی" کی کرامت اور بزرگی۔ واقعی یہہ "جینا" ہے۔ اور اسکو زندگی کہتے ہین جس سے بادشاہ خوش ملک خوش اور قوم راضی ہو وہ کیونکر نہ اپنے نام کو قیامت تک "زندہ" چھوڑے۔

خدا کرے ہمارا ملک اور ہماری قوم "زندگی" کے پُر اسرار معنی سے واقف ہوجائے۔ کم از کم اتنا ضرور جان لے کہ "زندگی" کہتے کس کو ہین اور حضرت سعدیؒ کے اس شعر کا مطلب کیا ہے کہ

قارون ہلاک شد کہ چہلخانہ گنج داشت
نوشیروان نہ مرد کہ نام نکو گذاشت

(۵) - تندرستی ہزار نعمت ہے

خداوند کریم کی دی ہوئی نعمتون کا اندازہ کرنا طاقت بشریت سے بعید ہے - ایک ہو دو ہو تو کوئی اندازہ بھی لگا لے - لاکھون اور کرورون نعمتون کا اندازہ لگانا تو درکنار شمار کرنا بھی دشوار ہے -

قدرت کی دی ہوئی بیش بہا نعمتون مین سے ایک بہت بڑی نعمت "تندرستی" ہے - میری سمجھہ مین اسوقت تک "تندرستی" کا آنا محال ہی نہین بلکہ بالکل غیر ممکن ہے - جبتک کہ ہم بیمار پڑکر اور بستر غم و الم پر تڑپ تڑپ کر دوبارہ جامۂ "تندرستی" مین نہ ملبوس ہون - دیکھو اگر تمہاری "تندرستی" اچھی نہین رہی تو تم کوئی کام نہین کر سکتے ہو - چلنا - پھرنا - بولنا کھانا - پینا - نہانا - سونا - نوکری کرنا یا خدا کی عبادت کرنا یہ سب کچھہ تندرستی ہی کے "تندرستی" پر ممکن ہے -

تم کسی مریض بادشاہ سے پوچھو دیکھو وہ کیا کہتا ہے - غالباً وہ یہی کہے گا کہ چوتھائی نہین نصف نہین تہائی نہین بلکہ ساری سلطنت لے لو - مگر کوئی اس کی ترکیب بتاؤ جسمین میری "تندرستی" اچھی ہو جائے تمہین معلوم ہے کہ تمہاری زندگی کی دیوار کس چیز پر صانع مطلق نے کھڑی کی ہے وہ زمین جس پر "دیوار حیات" ہے تندرستی ہے اور جسکو دوسرے لفظون مین "بنیاد زندگی" ہی کہہ سکتے ہین -

صانع حقیقی نے "بنیاد تندرستی" قایم کرنے کے بعد اُس کی حفاظت تمہارے ہاتہہ مین دیدی - کیا تمہین معلوم نہین ہے کہ حکیم ڈاکٹر

بیدا منجانب حافظ حقیقی "تندرستی" کے محافظ ہین۔ دیکھو رحمدل سرکار برطانیہ نے جویان تندرستی" کے لئے جابجا کیسی کیسی مہالسرائین بنوائی ہین۔ اور اونکی میزبانی کیلئے کیسے کیسے تعلیم یافتہ نوجوان مقرر کئے ہین۔ اور "وہ مہالسرا" وہی ہے جسکو تم "ڈسپنسری" "ہسپتال" یا "شفاخانہ" کہتے ہو۔

مگر ہمین دیکھنا یہ ہے کہ تمنے اس نعمت غیر مترقبہ کی کون سی قدر کی۔ تمہین اس بے مثل عمارت کی صفائی کا کبھی خیال ہوا۔ تم نے اس انمول جواہر کی کچھ حفاظت کی۔ مگر ہمین کف حسرت ملتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ تمنے بجائے حفاظت قدرت کی بنائی ہوئی "عمارت" یا "بنیاد زندگانی" کے ڈہا دینے مین کوئی پہلو تہی نہ کی۔ نہایت ہی بے رحمی سے اسکو تم ڈہا کر موت کا انتظار کر رہے ہو مگر "موت" کس بنیاد پر آئے جبکہ وہ سمجھ رہی ہے کہ ایسی بے مرمت عمارت کو ڈہانے سے فائدہ ہی کیا جو بغیر ہاتھ لگائے دو منٹ مین نہین بلکہ سکنڈ دو سکنڈ مین خود گر جانیوالی ہے۔

آہ ابھی تمہاری عمر نے شاید انیسوین بہار دیکھی ہوگی۔ مگر آنکھون کی بینائی تمہاری عینک پر رہگئی۔ خمیدہ کمر تم ہوگئے۔ دست و پا مین رعشہ پیدا ہو گیا۔ سر مین چکر رہنے لگا۔ ذرا سی بات پر دل دہڑکنے لگا۔ ذرا سے غور پر تمہین الجھن سی ہونے لگی۔ آنکھون مین حلقے پڑ گئے۔ چہرہ پر زردی چھا گئی۔ دس قدم چلنے مین قدم تھرانے لگا۔ پسینہ آنے لگا۔ موسم سرما مین جوڑون کے درد سے پریشان رہنے لگے۔ غذا ہضم کرنے کی طاقت معدہ مین باقی نہین رہی۔ مگر کبھی تم نے اسپر غور نہین کیا کہ آخر شہری حالت رنگ آسمان کی طرح کیون بدلگئی۔ اور بدلی جاتی ہے کبھی تم نے اسکو نہین سوچا کہ لڑکپن کی تو خبر ہی نہین رہی۔ شباب کے لطف سے بھی

آگاہ ہونے پائے تھے کہ ضعیفی آگئی - مگر تم اسپر کیا غور کرتے اور کیا سوچتے
تمنے تو خود اپنے ہاتھ سے زہر کا پیالہ پیا تھا - جب تم خود اپنے دشمن تھے
تو تمہین تمہارا دشمن نظر کیسے آتا -

دیکھو دیکھو - وہ دشمن تمہارا فعل ہے - ابھی ابھی تمہارے شباب
کے آنے ہی کی خبر تمہارے اعضا دے رہے تھے کہ اُس کی پیشوائی
کے لئے ایسے دشمن کو تمنے کھڑا کر دیا کہ وہ آتے آتے پلٹ گیا - "وہ فعل"
یا وہ "دشمن" تمہارے لڑکپن کی غلط کاریون - ناجائز حرکتون - یا آمد شباب
کے امنگون مین اپنے ہاتھون سے اپنا ستیاناس کرنیکا نتیجہ ہے -

تمہارے والدین کیا سمجھتے تھے کہ اب "تم کھو کھیلے" ہو گئے ہو دم نہین
باقی ہے - نہایت ہی ارمانون اور حوصلون سے انہون نے تمہاری شادی
رچائی تھی - مگر تمہارے لئے تو وہ شادی موت سے بدتر تھی - بھلا تمہین
اس کی کیا خوشی ہوتی - سوائے اس کے کہ تم زہر کھا کر سو رہو - اور اکثر تم
ایسا ہی کرتے ہو -

دیکھو تمہارے صرف ایک فعل سے کتنی خرابیان پیدا ہوئین - دنیا
کے عیش و آرام سے تم کو سروکار نہ رہا - دین کا تم ایک کام نکر سکے - تم اپنی
زندگی پر مرنے لگے - والدین تمہارے ملول ہوئے - تمہاری بیوی کو جن
بلاؤن کا سامنا کرنا پڑا جس فعل کی وہ مرتکب ہوئی تمہارے اور تمہارے
خاندان کیلئے ننگ و عار ہے - اسکے علاوہ آج تمہارے خاندان کا چراغ
بجھ رہا ہے - تم اپنی کوئی نشانی چھوڑ کر نہین جاتے ہو کیونکہ تم خود قطع
نسل کر چکے ہو -

خدا کیلئے اپنی حالت پر رحم کرو - اعتدال سے قدم آگے نہ بڑھاؤ -

اپنی "تندرستی" کا لحاظ رکھو۔ حیف جب تم خود اپنی صحت و تندرستی کا بیمہ نہین کرتے ہو تو دوسرا بیمہ کون کر سکتا ہے۔ جب تم خود اپنے گھر کی نگھبانی نہین کر سکتے ہو تو چوکیدار تمہارے گھر کی نگھبانی کیا کریگا اور کہان تک کریگا۔ جب تم خود چور کو پہلو مین جگہ دیتے ہو تو دوسرا اسکی کیا شناخت کرے گا۔

دیکھو "تندرستی" کا خیال رکھو۔ صحت کو خراب نکرو۔ کہانا وہ شے ہے جس پر "زندگی" اور "تندرستی" کا دارومدار ہے۔ اور "کہانا" اُس فعل کو بھی کہتے ہین جسکے ذریعہ سے کہانے کی چیزین شکم مین داخل ہو کر خون صالح بنجاتی ہین۔ "کہانا" بھی کہانے کیلئے "کہانا" ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور زہر بھی کہانے کیلئے "کہانا" ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ خدا کے لئے اِس دہوکہ مین بجائے "کہانا" زہر نہ کھا جاؤ۔

دیکھو ایسی چیز جسکے کہانے سے دانتون مین درد پیدا ہوتا ہے معدہ مین پہونچکر کیا رنگ لائیگی۔ ایسی چیز کھاؤ جو مرغوب طبع بھی ہو ہلکی بھی ہو اور مضرت رسان بھی نہ ہو۔ یاد رکھو۔ وقت پر کہانا۔ وقت پر نہانا وقت پر سونا۔ وقت پر اٹھنا۔ اور مُنشّی چیزون سے پرہیز کرنا "مُعیار زندگی" ہے۔ یہ سب تمہارے کام کی باتین ہین سوچو اور غور کرو۔ سب پر مقدم تمہاری "تندرستی" ہے۔ اسکو ہر گز مت بہولو۔ ابھی وقت باقی ہے۔ قبل از وقت ہی سوچنا خوب ہی ورنہ بعد از وقت سوچ ہی کے کیا کروگے۔ سوائے اس کے کہ حسرت و افسوس سے ہمکنار ہونا پڑے۔

(۶) — ہمارا سچا مددگار کون ہے

یون تو بچپن ہی مین جب کہ ہم گھٹنون کے بل چلتے تہے۔ اور اپنی

ادہوری بولیون سے مان باپ کا دل لبہاتے تھے۔ ہم اپنی ہکلائی ہوئی زبان اور کبہی رونے لبسورنے سے اپنے والدین سے مدد کے طالب ہوتے تھے۔ میرے والدین میرے ہر ایک اشارہ کو سمجتے تھے۔ اور وہ میری مدد کرتے تھے۔

چلنا پہرنا بولنا کھانا پینا یہہ سب کچہہ ہمنے اپنے والدین ہی کی مدد سے سیکہا۔ اور ایک وقت معینہ تک وہ میری مدد کرتے رہے۔

مگر جون جون ہم ہاتہہ پیر سنبہالنے لگے۔ دوسرون کی امداد کی ضرورت کم ہوتی گئی۔ مثلاً والدین نے کپڑے بنوا دئے مگر پہنا ہمنے اپنے ہاتھون سے۔ اوستاد نے سبق پڑہا دیا لیکن یاد کیا ہم نے اپنی محنت سے۔ کسی کی سفارش سے نوکری ہمین مل گئی مگر کار منصبی کو ہمنے خود انجام دیا۔ کسی نے بوجہہ سر پر اٹہا دیا۔ الا لیچلنا پڑا ہمین کو۔ خلاصہ یہ ہے کہ پیدائش کے بعد ہی سے میری حالت بدلتی گئی۔

اب غور طلب یہہ سوال ہے کہ درحقیقت "ہمارا سچا مددگار کون ہے"۔ واقعون پر جب نظر پڑتی ہے تو کبہی یہہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے سچے مددگار ہمارے والدین ہین۔ اور کبہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا سچا مددگار ہمارا اوستاد ہے۔ کبہی دل مین آتا ہے کہ سچے مددگار کا قابل قدر خطاب سفارش کنندہ کو دو جسکی وجہہ سے آج ہم اچہے عہدہ پر ممتاز ہین۔ مگر ہماری عقل کا یہ اعتراض قابل قدر ہے کہ اگر اسی طرح تمہین خطاب تقسیم کرنا ہے تو سب سے پہلے تمہین اپنے والدین ہی کو یہہ قابل عزت خطاب دینا چاہیئے۔ فرض کرلو وہ ٹھکانے سے تمہاری داشت نکرتے تو تمہارا کیا حشر ہوتا۔ یا اُستاد تمہارا تمہاری تعلیم مین کوشش

انکو آتا تو پھر سفارش کنندہ کی سفارش کیا کام آتی۔ میرے خیال مین تم اُن لوگون کو محسن کے نام سے یاد کر سکتے ہو۔ مگر تمہارا "سچا مددگار" اگر کوئی ہے تو وہ "تم خود ہو"۔ یہہ تمہارے سمجھ کی خوبی ہے کہ جو کام تم خود بھی کرتے ہو اوسکو دوسرون کی مدد کا ذریعہ خیال کرتے ہو۔

اُستاد تمہارا لاکھہ تمہاری تعلیم مین کوشش کرتا اور اگر تم نہ پڑھتے یا سبق نہ یاد کرتے تو اوسوقت کیا ہوتا۔ اکثر تمنے سبق نہین یاد کیا ہے۔ کئی سال تمہین امتحان مین کامیابی نہین ہوئی ہے۔ کسی نے کیا بنا لیا۔ اور کون سی مدد کی کیون نہین کامیابی کی سند تمہین کسی نے دیدی۔

دیکھو جسوقت تم خود مستعد ہوئے اور جان توڑ محنت تمنے کی۔ سند تو سند ہی ہے۔ "آنر" اور "ڈاکٹر" کا خطاب تمنے حاصل کیا۔ انعام پانے کے تم مستحق ہوئے۔ سرکار سے وظیفہ تمہین ملنے لگا۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ قبل مین کس نے تمہاری مدد نہ کی تھی جس کی وجہہ سے امتحان مین ناکامیابی ہوئی۔ اور اب کون تمہارا مددگار کھڑا ہوا جسکے باعث سے تمہین ایسی مسرت آمیز کامیابی نصیب ہوئی۔ تمہارا نام لوگ آب زر سے لکھنے لگے تم فخر خاندان فخر قوم اور فخر ملک کہے جانیکے مستحق ہوئے۔

ہان ہان۔ وہ صرف تمہاری کوشش تھی۔ تمہاری ہمت تھی اور تمہارا زبردست خیال تھا۔ اور یہی تمہارے سچے مددگار تھے۔ اور ہین دوسرے لفظون مین یون کہو کہ "تم اپنے مددگار ہو"

کیا ٹانگون کے نہین رہنے پر تم صرف لکڑی کے سہارے پر چل سکتے ہو۔ کیا تم کو وہی عافیت نصیب ہو سکتی ہے۔ راستہ چلنے مین لکڑی تمہارے ہاتھہ مین ہوتی ہے کیا تم کہہ سکتے ہو کہ ہم اپنے پیر

سے نہین چلتے ہین بلکہ لکڑی ہمین چلا رہی ہے - دیکھو خدا نے ہاتھہ دیئے ہین - اپنے قوت بازو پر بھروسہ رکھو پیر دیئے ہین اپنے پیر پر کھڑے رہو - تمہین تمہاری کمزوری نے لکڑی کا محتاج بنا لیا ہے - ورنہ اپنے لئے اپنے سے بہتر تم دوسرا سہارا نہین پا سکتے ہو -

اگر غور کرو تو خداوند کریم نے سوائے اپنے کسی کا محتاج تم کو نہین بنایا ہے - دولت رہتے تو خود مفلس ہو جاؤ - آنکھون کے رہتے ہوئے تم خواندے بن جاؤ تو یہ تمہارا قصور ہے - کیا تم نے "ٹی - اے - اڈیسن" موجد فونوگراف وغیرہ کی سوانحعمری نہین دیکھی ہے - جس نے اپنے بل بوتے اور اپنی نئی نئی ایجادون کی بدولت "جادوگر" کا لقب حاصل کیا - لو سنو اور غور کرو -

"اڈیسن" کی پیدائش ۱۱ر فروری ۱۸۴۷ء مین ہوئی - جو واقعی سنہرے حرفون مین لکھنے کے قابل ہے - ریاست ہائے متحدہ امریکہ اُس کی پیدائش کی جگہہ ہے - اسکے خاندان کے بزرگ ہائیلنڈ سے آکر امریکہ مین ۱۷۳۷ء مین آباد ہوئے تھے - جنھون نے عمرین بھی بڑی بڑی پائین - اس کے پردادا کی عمر ۱۰۲ سال کی ہوئی - اور اس کا دادا ۱۰۳ برس جیا - قدرتی طور پر اس کی مان کو اس سے بہت محبت تھی -

ہونہار "اڈیسن" کی عمر ابھی چھہ ہی سال کی تھی کہ ایک دن اسنے مرغی کو انڈے سیتے دیکھا - سوچا کہ جب جانور بچے نکالا کرتے ہین - تو یہ کب ممکن ہے کہ ہم کوشش کرین اور بچہ نہ نکال سکین - اس خبطلگی مین یہہ دو روز تک غائب رہا - مان اس کی تلاش مین سرگردان تھی - مگر تپہ کیونکر ملے جبکہ "اڈیسن" اپنے مکان ہی کے کسی حصہ مین پوشیدہ

تھا۔ دو روز کے بعد اس کی ماں نے اسکو جس رنگ مین دیکھا او سے حیرت ہو گئی۔ کیونکہ وہ سوکھی ہوئی گھانس اور لکڑیون پر چند انڈون کو رکھکر اوس پر بیٹھا ہوا پایا گیا۔ غرضکہ اوائل عمر ہی مین اس کے ہر کھیل مین ایجاد پائی جاتی تھی۔

ابھی یہ سات ہی سال کا تھا کہ اسکے والدین کا کام بند ہو گیا۔ اور مجبوراً انہین "پورٹ رون" مین آباد ہونا پڑا۔ گرچہ "ایڈیسن" کو قبل از وقت ہی اُن لوگون نے کام مین لگا لیا۔ مگر اوس کی طبیعت کا تو رنگ ہی کچھ اور تھا جب اسکو مہلت ملتی وہ اپنی دماغی ترقیون کی کوشش مین مشغول ہو جاتا۔ خدا خدا کر کے جب اس کی عمر کا بارہوان سال پہونچا تو یہہ "گرینڈ ٹرنک" ریلوے مین اخبار بیچنے لگا۔ اور اس درمیان مین کچھ پڑھنے بھی لگا۔ کتب بینی کو اسنے اپنی مصاحبت مین جگہہ دی۔ چنانچہ ایک کتبخانہ مین اس کی آمد و رفت ہو گئی۔ اس نے کتابون کو ایک سرے سے پڑھنا شروع کیا۔ چند دنون مین اسنے کتبخانہ کی ساری کتابون کا مطالعہ کر لیا۔ اگرچہ اخبار فروشی سے وقت کم بچتا تھا۔ تاہم اسنے تجربات کی مشق شروع کر دی۔

خوش نصیب "ایڈیسن" رات دن اخبار بیچا کرتا تھا مگر پھر بھی خرچ سے کم آمدنی اوسکو ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اسنے ایک اخبار کی سُرخی دیکھی کہ "پچاس ہزار آدمی پیس برگ کی لڑائی مین کام آئے" یہہ دل مین بہت خوش ہوا۔ اور فوراً ہی یہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس دوڑا گیا اور کہا کہ اگر آپ مذکورۂ بالا سرخی بذریعہ تار تمام اسٹیشنون مین مشتہر کر دین تو فلان فلان اخبار چھہ ماہ تک ہم مفت مین آپ کو دین گے۔ یہہ

اسٹیشن ماسٹر کے نزدیک کون سی بڑی بات تھی فوراً ہی تمام مشتہر کردیا۔
لایق "ایڈلیسن" دوڑا ہوا اخبار کے کارخانہ مین آیا۔ روزمرہ سو پچاس
کا پیو لینے زیادہ نہین خریدتا تھا۔ مگر آج اس نے پندرہ سو کا پیان خریدین
جسوقت یہہ اخبار لیکر چلا لوگ اس کی طرف دوڑے اور نہایت ہی
شوق سے اخبار کو خریدنے لگے۔ دوسرے اسٹیشنون مین باوجودیکہ
۲۔ر آنہ کو یہہ اخبار دیا کرتا تھا مگر اُس روز ایک اخبار کی قیمت ۱۲ر آنہ
تک پہونچ گئی۔ اس کامیابی پر اسکو مسرت ہوئی اور "تار" کو کارآمد تنیے
خیال کر کے اِسکے سیکھنے کا شایق ہوگیا۔
اِس کامیابی کے بعد لایق "ایڈلیسن" نے ٹرین ہی کے ایک درجہ
مین چھوٹا سا پریس لگا لیا۔ اور خود اخبار شایع کرنے لگا۔ اخبار کا نام "گرینڈ
ٹرنک ہیرلڈ" تھا۔ اُس مین زیادہ تر ریلوے ہی کی خبرین رہا کرتی تھین۔
مثلاً فلان اسٹیشن پر یہہ چیز کہانے کی ملتی ہے۔ اور فلان اسٹیشن پر
اتنی دیر گاڑی کھڑی ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پرچہ کی بہی خوب بکری
ہوئی۔ رفتہ رفتہ کچہہ پونجی بہی ہو گئی۔ اور ایک نوجوان کی شرکت مین
اِسنے دوسرا پرچہ بہی شایع کرنا شروع کیا۔ مگر اُس مین زیادہ تر اعتراض
ہی کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ اِسلئے بہت سے لوگ دشمن بھی ہوگئے
چنانچہ ایک دشمن نے موقعہ پاکر اس کو گود مین اوٹھاکر دریا مین ڈالدیا
چونکہ یہہ تیرنا جانتا تھا اسلئے اسکی جان بچ گئی۔ اور اُس نے اُس پرچہ کی
اشاعت بند کردی۔ لیکن اخبار فروشی کا سلسلہ جاری رکھا۔
جس گاڑی مین اِسکا اخبار چہپتا تھا اُس مین یہ تجربات کی بھی
مشق کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ "فاسفورس" کی بوتل کہلگئی جسکی وجہ سے

گاڑی کا چوبی فرش جلنے لگا - اور اسی باعث سے گارڈ کو موقع مِلگیا اُس نے فوراً ہی اسکو معہ اسباب کے گاڑی سے نکالدیا -

اگرچہ یہ ٹرین سے نکالا گیا مگر اخبار فروشی کا سلسلہ اسنے ہنین بند کیا - رفتہ رفتہ اسنے اسٹیشن ماسٹر سے دوستانہ پیدا کر کے تار کے کام کو سیکھنے لگا - دو ہی چار روز سیکھنے کے بعد یہ دو تین روز تک غائب رہا - اوس کے بعد جب یہ آیا تو جن آلات کی نسبت اسکو اسٹیشن ماسٹر نے سمجھایا تھا چھوٹے چھوٹے خود اپنے ہاتھ سے طیار کر کے اپنے ہمراہ لایا جسکو دیکھکر اسٹیشن ماسٹر از حد خوش ہوا -

محنت کا اِس کی یہ حال تھا کہ دن بھر یہ اخبار بیچا کرتا اور رات کے وقت کام سیکھنے کے لئے آیا کرتا - چند ہی دنون مین اس کو کامیابی ہوئی - اور جس ذریعہ سے اسنے تار کا کام سیکھا تھا اُسی ذریعہ سے ریلوے ہی مین تار کے کام مین بھی ہو گیا - مگر افسر کی سختی سے بہت پریشان رہا کرتا تھا - کیونکہ اُس نے یہہ حکم دیدیا تھا کہ ہر نصف گھنٹہ کے بعد چھہ لفظ بذریعہ تار میرے کمرہ مین پہونچایا جائے - یہہ ترکیب اسلئے تھی کہ تار کے ملازم سو نہ جایا کرین -

"اڈیسن" پر بھی یہی مصیبت تھی - چند دنون کے بعد اسنے عجیب حیرت انگیز ایجاد کی - ایسا پرزہ اسنے تار مین لگا دیا کہ ہر نصف گھنٹہ کے بعد خود بخود چھہ لفظ کا تار اوس کے افسر کے کمرہ مین پہونچنے لگا - اسطرح فرصت کا موقع اپنے ایجادون کے لئے نکالا - مگر کچھہ دنون کے بعد وہ پرزہ خراب ہو گیا - اور مسٹر "اڈیسن" کی چالاکی معلوم ہو جانے پر وہ وہان سے نکال دیا گیا - دوسری جگہہ پھر اُسنے نوکری کی -

ایکدفعہ کسی اسٹیشن پر ایسا تار والا مقرر کیا گیا جو بہت جلد کام کرتا تھا۔ اسمین "ایڈلسین" کو اسکے تار لینے مین بڑی دقت ہوتی تھی۔ آخرش مجبور ہو کر اس نے ایک ایسی ایجاد کی جس کے باعث سے وہ وقت جاتی رہی۔ مگر راز فاش ہو جانے پر وہان سے بھی برخاست کیا گیا۔

مگر پھر سعی کر کے اس نے دوسری نوکری بجائے رات دن کی حاصل کی۔ وہان بھی ایجاد پسند "ایڈلسین" نے ایک ایسی ایجاد کی جس مین اُس کے افسر اعلیٰ کو بارہا ناکامیابی ہو چکی تھی۔ اور صرف اس رشک وحسد کی آگ مین جلکر اسکے افسر اعلیٰ نے اُسے وہان سے بھی ہٹا دیا۔

بہزار خرابی وہ مکانپر واپس آیا چونکہ تار ہی کی ملازمت کے زمانہ مین انجن کے کل پرزون سے اُس نے واقفیت حاصل کی تھی۔ اسلئے بجلی کی ریل کی ایجاد مین اسکو بہت مدد ملی۔

اکیس (۲۱) برس کی عمر مین وہ "بوسٹن" مین ملازم ہوا۔ یہان اس قسم کی ایجاد کی جس سے حاضرین کانگریس کی رائین گنی جاتی تھین۔ عالی دماغ "ایڈلسین" کی ایجاد یا نہ تھکنے والی کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک وقت ایک ہی تار کے ذریعہ سے آج چار خبرین پہونچائی جا رہی ہین اور صرف تارون کی تعداد کم ہو جانے سے ریاستہائے متحدہ امریکہ مین سالانہ بچت ایک کرور پچاس لاکھ کی ہے۔ اس ایجاد کے بعد بھی اسکی ہمت نہ تھکی بلکہ وہ کوشان ہوا کہ ایک ہی وقت مین اور ایک ہی تار کے ذریعہ سے آٹھ خبرین پہونچائی جائین۔

ایک دفعہ نیویارک مین کسی بڑی کمپنی کی دوکان کی طرف سے

یہہ گذر رہا تھا۔ وہان اُسے غل وشور کی آواز سنائی دی دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ کل جس سے سونے کے بہاؤ گھٹنے بڑہنے کی خبرین مختلف شہرون سے آتی ہین۔ وہ یکایک خراب ہوگئی ہے۔ وہ یہ سنکر کارخانہ مین داخل ہوا۔ مشن کو اُسنے سرسری نظر سے دیکھکر کہا کہ اِسکا فلان پرزہ اپنی جگہہ سے ہٹ گیا ہے۔ اور اسکے ساتھہ ہی ساتھہ اُسنے اوس پرزہ کو نکالکر اُس کی جگہہ پر لگا دیا۔ کل چلنے لگی۔ لوگون نے تحسین و آفرین کا غل وشور مچایا۔ اور لایق "اڈیسن" کی بڑی تعریف کی "مسٹر لار" مالک کارخانہ نے مسٹر "اڈیسن" کو تین سو ڈالر ماہوار پر مشنون کے دیکھہ بہال کیلئے نوکر رکھہ لیا۔

مفلس مگر خوش نصیب "اڈیسن" کیلئے یہہ پہلا موقعہ تھا کہ اتنی کثیر رقم پر وہ نوکر ہوا۔ وہان اُسے اپنی ایجاد کا اور بھی موقعہ ملا۔ چنانچہ چند دنون کے بعد اُس نے ایسی حکمت کی جسکے ذریعہ سے بہاؤ گھٹنے بڑھنے کی خبرین خود بخود چھپ جایا کرتی تھین۔ اِسکے علاوہ ایسی ایسی دوراز وہم وگمان ایجادین کرنے لگا جسکے باعث سے اس کی شہرت دور دور ہونے لگی۔ اور بڑے بڑے کارخانون سے اس کی بولاہٹ شروع ہوئی۔

ایک بڑے کارخانہ کے مالک نے اس کی ایک ایجاد کو خریدنا چاہا۔ "اڈیسن" یہہ سنکر بہت خوش ہوا۔ دل مین اسنے خیال کیا کہ ہم اپنی اِس ایجاد کو پانچ ہزار ڈالر سے کم نہ بیچین گے۔ جسوقت وہ شخص آیا اُس نے بھولے بھالے "اڈیسن" سے اوس ایجاد کی قیمت پوچھی۔ خیر سے اِسکے مُنہ سے نکل گیا کہ اسکی قیمت آپکی قدردانی پر ہے۔ اُس نے کہا

کہ ہم اسکی قیمت چالیس ہزار ڈالر دینگے۔ اس نے نہایت ہی بیتابی سے
اپنی منظوری ظاہر کی۔ خریدار نے ایک چک کا ٹکڑا اسکے حوالہ کیا اور چلتا ہوا۔
بھلا ”ایڈیسن“ جیسے فاقہ مست کے لئے خزانہ قارون یہہ رقم نہ تھی
تو کیا تھی۔ وہ فوراً اسے بھی پیشتر بنیک مین پہونچا۔ بنیک کے منیجر نے
کہا کہ تم کسی کو شناخت کے لئے لاؤ۔ ورنہ یون روپیہ نہین ملے گا۔
”ایڈیسن“ چونکہ ذرا کم سنتا تھا اُس نے سمجھا کہ صرف ایک چک کا
روپیہ نہین ملتا ہے۔ بنیک سے باہر آکر وہ سوچنے لگا کہ اب
ہمین کیا کرنا چاہیئے۔ افسوس ہم کیسے بدنصیب ہین۔ میری ایجاد
مفت مین ہاتھہ سے نکل گیٔ۔ کاش کوئی پچاس ڈالر بھی دیتا تو ہم
اسکو یہ کاغذ کا ٹکڑہ دیدیتے۔ اس خبطگی مین وہ اپنے کارخانہ مین
واپس آیا۔ کارخانہ کے ملازمون نے جب اس سے اس کی کہانی
سُنی تو خوب ہنسے۔ اور اپنے شامل لیجا کر بنیک سے روپیہ دلوادیا۔
سادہ لوح ”ایڈیسن“ کی ذات سے یہ کب ممکن تھا کہ اسقدر
زرکثیر لیکر بھی وہ نوکری کرتا۔ اُسنے نوکری کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا
اور ایک اپنا کارخانہ اوس نے کھولدیا۔ دن دن اسکی شہرت ہونے
لگی۔ نئی نئی ایجادین کرنے لگا۔ بڑے بڑے نامی گرامی کارخانون
سے اسکو سروکار ہوگیا۔ اسکی انوکھی ایجاد کیلئے تنخواہین مقرر
ہوگئین۔ اس کے آگے اتنا کام رہنے لگا جسکا انجام پانا اس سے
دشوار ہی نہین بلکہ غیرممکن ہوگیا۔ مجبوراً اسے ۱۸۷۳ء مین مسٹر
”انگر“ نامی ایک شخص کی شراکت مین ایک بہت بڑے کارخانے کا
مالک ہوگیا۔ جہان تین سو آدمی سے زیادہ کام کرتے تھے۔ تعجب تو یہ

ہے کہ کمسن مگر عاقل "ایڈیسن" ابھی چھبیس ۲۶ ہی سال کا تھا۔

یہ آمد و خرچ کا باضابطہ حساب نہین رکھتا تھا۔ اسکا قول تھا کہ حساب و کتاب کے بکھیڑون مین اپنا سر کھپانا جاہل اور بیوقوفون کا کام ہے۔ جسقدر ہم اپنا وقت حساب و کتاب مین خراب کرین گے۔ اوتنے ہی وقت مین ہم کوئی بکار آمد نتیجہ پیدا کر سکتے ہین۔

فیاضی کے ساتھ ساتھ لاپروائی اس کے مزاج مین ازحد تھی اگر کسی نے تنخواہ مانگی دیدی۔ اور نہین مانگی تو نہ دی۔ اگر اسکی کوئی ایجاد مکمل ہوجاتی ہے تو اس سرے سے اوس سرے تک مٹھیون سے روپیہ بطور انعام کے اپنے ملازمون کو دیا کرتا ہے۔ ملازم اسکے سچے خیر خواہ اور جان نثار ہین۔

جواںمرد "ایڈیسن" کی حالت یہ ہے کہ جب کام کرنے کیلئے بیٹھ گیا تو دن دن بھر بغیر دانہ پانی کام مین مشغول ہے۔ کام ختم ہی کر کے اوٹھتا ہے۔ ایکدروز اپنے ملازمونکو ایک کمرہ مین لیگیا اور کہا دیکھو جب تک یہ کام ختم نہ ہوئے نہ ہم یہان سے باہر جائین گے۔ اور نہ تم لوگون کو جانے دین گے چنانچہ ساٹھ گھنٹہ تک بے آب و دانہ سب کام کرتے رہے۔ اور کام ختم کر کے باہر آئے لیکن کام سے فارغ ہونے کے بعد "ایڈیسن" چھتیس گھنٹہ تک برابر سوتا رہا۔

یہ اپنے خیالات اور دماغی تجاویز مین غلطان رہا کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک ٹیکس کے افسر نے کہلا بھیجا کہ اگر تمنے کل تک ٹیکس نہین ادا کیا تو اسقدر تاوان دینا پڑیگا۔ چنانچہ وہ خود ٹیکس دینے کیلئے گیا۔ چونکہ وہان ٹیکس دہندونکا ہجوم زیادہ تھا۔ لوگ باری باری سے جاتے تھے

جب اس کی باری آئی تو یہہ اپنے خیال مین محو تھا۔ ٹیکس کے افسر نے اِس سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے گھبرا کر کہا کہ کچھہ نہین اوس نے کہا جاؤ۔ یہہ اپنے خیال مین غلطان اپنے کارخانہ مین واپس آیا۔

اگرچہ اس کی زندگی اچھی تھی۔ مگر اس کی تندرستی بالکل خراب تھی۔ اسلئے لوگ خیال کرتے تھے کہ قسمت کا بڑا "ایڈیسن" عمر کا چھوٹا ہوگا۔ مگر خوش قسمتی سے اوسی کارخانے مین "مس میری" نامی ایک لیڈی کام کرتی تھی۔ اس نے اپنی شادی کرلی۔ لیڈی موصوف مرتے دم تک وفادار بیوی ثابت ہوئی۔ اوسنے اپنے پیارے شوہر "ایڈیسن" کو بہت ہی آرام دیا۔ باوجودیکہ "ایڈیسن" کو یہہ خلل تھا کہ جو چیز آج کھائی جاوے ایک ماہ کے اندر پھر اسکا کھانا دلیل حماقت ہے۔ اور ادبار کی نشانی ہے اُس پر اسکی نیک نفس بیوی کا مزاجداری کرنا اگرچہ غیر ممکن نہو مگر دشوار ضرور تھا۔ تین بچے بھی اس سے پیدا ہوئے مگر افسوس شادی کے آٹھہ ہی سال کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیگئی۔ اور اپنے معصوم بچون کو بے مان کا کر گئی۔

اب اسکا کام یہانتک بڑھگیا کہ نیویارک کا کارخانہ کافی نہ سمجھکر یہ اپنا کارخانہ ۲۴ میل کے فاصلہ پر "منلو پارک" مین لیگیا ہے۔ وہان پہونچنے کے بعد سب سے پہلے "ٹیلی فون" ایجاد کیا۔ اسکے بعد نئے قسم کا رسیوئر بھی بنالیا۔ ایسی ایسی حیرت انگیز ایجادین یہہ کرنیلگا کہ لوگ دنگ ہوگئے ایک آلہ اسنے اسطرحکا طیار کیا ہے جس سے حرارت کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ اور اُسکا دس لاکھوان حصہ نپ سکتا ہے۔ دوسرا آلہ اوس نے اسطرح کا ایجاد کیا کہ خوشبو یا بدبو کی خفیف سے خفیف حصہ کو ناپ

لیتا ہے جسکو ہم ناک سے سونگھنے پر بھی تمیز نہین کر سکتے ہین۔

"ٹیلیفون" کے بعد "مایکروفون" کی ایجاد اس ترکیب سے اس نے کی ہے کہ متکلم کی آواز کو ذرا بھاری بناکر پہونچاتا ہے۔ اسکے بعد دو ایجادین اور ہوئین۔ جسکو حقیقتاً دشمن راز کہنا بجا ہے۔ ایک کا نام "ٹومیگافون" ہے۔ جسکے ذریعہ سے چھ میل تک کی مویشی کے گھانس کھانے کی آواز تک آسانی سے سنائی دیتی ہے۔ دوسرے کا نام "ایروفون" ہے۔ جو نہ صرف آواز ہی فاصلہ کی سنائی دیتی ہے بلکہ اُس آواز کو دوسو گنا زیادہ کر دیتی ہے۔

ایک سوداگر کے کہنے سے ایک برقی قلم اس قاعدہ سے ایجاد کیا جس سے علاوہ جلد لکھنے کے کاغذ پر باریک باریک حرف سوراخ دار ہوتے ہین۔ اور دوسرے کاغذ پر اُس کاغذ کو رکھکر سیاہی کا رول پھیر دینے سے اُس پر تمام حرف اوبھر جاتے ہین۔ ایسی ایسی دوراز وہم وگمان ایجادین کرنے سے "اڈیسن" منلو پارک کا "جادوگر" مشہور ہوا۔ یورپ ہی مین نہین بلکہ تمام دنیا مین اس کی شہرت ہوگئی۔

مسٹر "ایڈیسن" نہایت رحمدل شخص ہے۔ اُسکا اخلاق عالمگیر ہے۔ وہ لوگون سے نہایت تواضع وتکریم کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی زبان سے یہ ظاہر کرکے بہت خوش ہوتا ہے کہ ہم پہلے غریب مفلس مظلوم تہیدست اور بے یار ومددگار تھے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ ہمنے یہ دولت اور ثروت صرف اپنی قوت بازو اور اپنی مدد سے حاصل کی ہے۔ ہمنے صرف اپنی کوشش اور اپنی ذات کو اپنا قوت بازو اور اپنا مددگار سمجھا اور مرتے دم تک سمجھینگے۔

اخبار کے نامہ نگارون کو جب کوئی مضمون نہین ملتا ہے تو بے نفس "اڈیسین" کے پاس جاکر اُس سے اُس کی حالت دریافت کرتے ہین اور وہ اپنی اگلی کہانی کو نہایت شوق سے بیان کرتا ہے ۔ اور نامہ نگار اُسکو دلکش پیرایہ مین قلمبند کرتے جاتے ہین۔

وہ غرور اور تکبر سے بالکل ناآشنا ہے ۔ رنج اور غصہ سے ہنوز شناسائی نہین ہوئی ۔ وہ دوسرون کی مدد کو ہیچ نگاہون سے دیکھتا ہے ۔ وہ غیر ممکن کا جانی دشمن ہے ۔ وہ کسی مشکل کو مشکل نہین سمجھتا ہے ۔ اور نہ اسکے خیال مین انسان کی طاقت سے کوئی زبردست طاقت ہے وہ دوسرون کے ساتھہ احسان کرنا فرض سمجھتا ہے ۔ مگر اپنے سر پر کسی کا احسان لینا نہین چاہتا ہے۔

اسکے کمرہ مین برقی طاقت کا اسقدر زور ہے کہ اگر بغیر کہے ہوئے اُس سے کوئی شخص جانے کا قصد کرے تو دروازہ ہی سے چمٹ جائے ۔ شائقین اُسکے کارخانہ کو دیکھنا چاہتے ہین تو پہلے اُس سے ملتے ہین ۔ اور وہ نہایت ہی تپاک سے ملتا ہے ۔ اور اپنے شامل لیجاکر اپنے کارخانہ کی سیر کراتا ہے۔

یہ ہے سچی سرگذشت "مسٹر اڈیسین" کی ۔ اگر اب بھی تم اپنے کو اپنا مددگار نہ سمجھو تو تمہین اختیار ہے ۔ دیکھو دیکھو تم اپنی قدر کرو جب تک تم خود اپنی قدر نکروگے قدر کی نگاہ سے دیکھے نہ جاؤ گے۔ ہاتھہ پیر کے رہتے ہوئے تم لولے لنگڑے انکھون کے رہتے ہوئے اندھے زور کے ہوتے ہوئے کمزور اور دل کے رہتے ہوئے بیدل نہ بن جاؤ ۔ مسٹر اڈیسین جیسے نامور اور فخر دنیا کی سوانحعمری

سے تم سبق حاصل کر سکتے ہو۔ اور ایک اچھا نتیجہ تم پیدا کر سکتے ہو۔ خوش نصیب "ایڈیسن" کی سوانحعمری ایک مضبوط رسی تمہارے لئے ہے جسکو تم پڑکر جہالت اور افلاس کے تاریک غار سے بہت جلد نکل سکتے ہو۔ "مسٹر ایڈیسن" صرف اپنے سہارے سے اور اپنے قوت بازو سے زینہ عروج کے آخری زینہ پر پہونچا۔ اور مثل آفتاب و ماہتاب اُسکے کارنامے درخشان و تابان رہین گے۔ فخر قوم۔ فخر خاندان اور فخر ملک کے نام سے تا قیامت یاد کیا جائے گا۔ خود موجود نہ ہوگا مگر اپنی تصویر اور اپنی یاد دنیا کے آخری حصہ تک چھوڑ جائیگا۔

(۷)۔ "انسان سب کچھ کر سکتا ہے"

وہ کون سا کام ہے جسکو ہم نہین کر سکتے۔ وہ کون سی بات ہے جو میرے لئے غیر ممکن ہے۔ وہ کون سی ترقی ہے۔ جسکے انتہائی زینہ پر میرا قدم نہین پہونچ سکتا ہے۔ مشاہدہ کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہین ہوا کرتی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ ہم اپنے ستر کو چھپانا عیب سمجھتے تھے۔ کہانے کی تمیز نہ تھی۔ بات کرنے کا سلیقہ نہ تہا۔ بس ایک حیوان کی سی زندگی لبسر کرنا۔ یا درختون کے نیچے پڑے رہنا میرے لئے ننگ وعار نہ تہا۔ یا آج ہمین وہ ہین کہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی پوشاک عمدہ سے عمدہ عمارت اور لذیذ سے لذیذ کہانا طیار کرتے ہین۔

بات تو بات ہی تھی آج ہم اہل زبان مانے جاتے ہین زبان دانی کا ہمین دعوی ہے۔ جس علم کی طرف ذرا سی ہماری توجہ مبذول ہوئی اور ہم اسکے عالم ہوگئے۔

ابتدا مین ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جانا گویا جہاد کرنا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ بھی کہ سواری تو سواری ہے۔ سواری کے نام سے بھی کوئی آگاہ نہ تھا اور آج ہمین وہ ہین کہ زمین پر ہوا سے زیادہ تیز گھوڑے چلا دیے۔ اور وہ گھوڑے۔ "ریل" "موٹر" اور سائیکل ہین۔

معمولی ندی نالے سے پار ہونے مین ہماری جانین تلف ہوتی نہین۔ مگر آج وہ وقت ہے کہ ہم بآسانی دریا تالاب جھیل ندی نالے ہی سمندر کو جسکے کنارے تک کا پتہ نہین ہے عبور کر رہے ہین۔ اور وہ ذریعہ "اگن بوٹ" "کشتی" اور "جہاز" کا ہے۔

جب زمین پر "سائیکل" "موٹر" "ریل" اور پانی پر "اگن بوٹ" "کشتی" "جہاز" ہم چلا چکے تو آسمان وزمین کے درمیان مین ہوا کے پشت پر ہمین سوار ہوتے کا شوق پیدا ہوا۔ پہلے تو یہ خیال محال اور دور از وہم و گمان معلوم ہوتا تھا۔ مگر ہماری نہین تھکنے والی کوششون نے ہوائی اور خیالی گھوڑے کو عالم وجود مین لاکر دکھا ہی تو دیا۔ اور اس بلندی پر ہم سفر کرتے ہوئے نظر آنے لگے۔ جہان حضرت انسان کی حکومت ہے اور نہ کبھی حکومت رہی بلکہ وہان وہم وگمان کا بھی پہونچنا اکیدن دشوار تھا وہ پانی پر چلنے والے "بوٹ" "کشتی" "جہاز" نہین ہین۔ زمین پر چلنے والی "سائیکل" "موٹر" یا "ریل" نہین ہین۔ بلکہ وہ "غبارہ" "بیلون" یا "ہوائی جہاز" ہین

دینی ہو یا دنیوی کوئی ایسی ترقی نہین ہے جو دشوار کے علاوہ غیر ممکن بھی ہو۔ بشرطیکہ پیش ازمرگ وا ویلا نکرین۔ کسی کام کے کرنے کے قبل ہی ہمت نہ ہار بیٹھین۔ کوئی مشکل ہمارے لیے مشکل نہین ہے بشرطیکہ ہم اسکو مشکل نہ سمجھین۔

قابل فخر وزمانہ صدر اعظم خلیل رفعت پاشا کی سوانحعمری پر کیا تمنے کبھی غور کیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون تھے۔ یہہ حضرت ایک گمنام مفلس باپکے فرزند بلند اقبال تھے۔ یہہ اپنی ذاتی قابلیت سے بالآخر وزیر اعظم دولت عثمانیہ ہوئے۔ اولاً یہ ایک فوجی معزز عہدہ دار کی سفارش سے ملازم ہوئے۔ پھر صوبہ "سمرنا" وغیرہ کی گورنری حاصل کی۔ سنہ ۱۸۹۳ع مین عہدۂ وزارت اور ۱۸۹۵ع مین بجائے کامل پاشا صدر اعظم دولت عثمانیہ واسلامیہ مقرر کئے گئے۔ انھون نے اپنی ذاتی بزرگی اور قابلیت سے اعلی مدبر اور منتظم ہونے کا یقین دلایا۔ ادنی واعلی کے نزدیک ہردلعزیز ہوئے۔ اور سلطان المعظم کے مشیر خاص بنے۔......

"پدرم سلطان بود" کے مصداق بننے سے کہین بہتر ہے کہ خود سلطان بننے کی کوشش کرو۔ آخرش کل تم غریب تھے جب ہی آج امیر کہے جانیکے مستحق ہو۔ یا کل تم امیر تھے۔ جب ہی آج غریب کہے جارہے ہو کبھی تم بیمار تھے جب ہی تمھاری تندرستی کیلئے دعائین مانگی جارہی ہین یا تم آج تندرست کہے جارہے ہو۔

اگر واقعی تم اپنے کو بجائے تہیدست مفلس اور مفلوک الحال کے خوش نصیب صاحب اقبال دیکھنا چاہتے ہو تو اس آرزو کے قبل خود کو اہل ثابت کرو۔ جسطرح خلیل رفعت پاشا نے باوجود گمنام مفلس بے نام ونشان ہونے کے اپنے کو ہونہار لایق قابل باوقعت اور ہردلعزیز ثابت کیا۔ دیکھو اسکو قابلیت اور شرافت کہتے ہین۔ اگرچہ پاشائے موصوف کے آباؤاجداد "پاشا" نہ تھے مگر خود کو پاشا کا اہل ثابت کیا۔ وہ بھی کسطرح سے یعنی ادنی واعلی کے عزیز بنکر بادشاہ کے

مشتہیر خاص ننبکر۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ انہون نے یہہ ترقی کیونکر حاصل کی۔ ہان ہان سنو اور گوش دل سے سنو۔ صرف اپنی "قابلیت" "انکساری" "خاکساری" اور "بردباری" سے نہ کہ "جہالت" "تکبر" "غرور" "ناعاقبت اندیشی" اور "سرکشی" سے۔ یاد رکھو سر اٹھا کے چلنے والا ہمیشہ ٹھوکرین کھایا کرتا ہی۔ یہہ صندوقچہ ترقی اسیوقت تمہارے ہاتھہ آسکتا ہے جبکہ تم دامن علم کو اپنے دونون مضبوط ہاتھون سے پکڑو گے۔ بغیر علم حاصل کئے نہ فرمان خدا سے تم واقف ہو سکتے ہو۔ اور نہ اپنے سے بڑون کی عظمت و بزرگی تمہین معلوم ہو سکتی ہے۔ اور نہ چھوٹون کا لحاظ و خیال ہو سکتا ہے۔

(۸)۔ "زمانہ یا دنیا"

آجتک "زمانہ" کو کسی نے اپنی اصلی حالت پر نہین دیکھا۔ اور نہ "دنیا" نے اپنے کسی شیدائی کو اپنی شکل دلفریب دکھائی۔ اور نہ کوئی عاشق شیدا اس کا اس کی تصویر ہی نوک قلم سے کھینچ سکا۔ اور نہ کوئی دلدادہ اس کا بتلا سکا کہ "دنیا" کی کس بانکی ادا اور ترچھی چتون نے ہمین گھائل کیا۔ کیون ہم اسکی الفت مین اسیر ہوئے۔ کیون میرا عاشق جانباز نام پڑا۔ کب اسکا وصل نصیب ہوا تھا۔ اور کب اسکے فراق مین اڑیان رگڑتے تھے۔ اور اسوقت وصل نصیب ہے یا فراق۔ کس بات کی آرزو ہے۔ کون سا ارمان ہے۔ کیا حوصلہ ہے۔ اور کون سی تمنا ہے ارے واہ رے زاہد فریب "دنیا" ہر خانہ دل مین تو مثل دلہن بیٹھی ہے۔ مگر اللہ رے شرم۔ صورت تیری ہر طالب کے نظرون سے

نہان - تیری دلکش ادا نے واقعی دولت ایمان کو لوٹ ہی لیا - بیحیائی ایسی کہ ہر کسی کے دُلہن بننے کو تیار - حجاب ایسا کہ اپنی اصلی صورت دکھانے مین انکار -

اے "دُنیا" تو درحقیقت کیا ہے - "حور" ہے - "پری" ہے - "انسان" ہے - "حیوان" ہے - "بیجان" ہے - یا "جاندار" ہے - کیسی تیری "شکل" ہے - کس طرح کی تیری "شباہت" ہے - کہان کی رہنے والی ہے - اور کہان تو مقیم ہے - تو بیوفا ہے - یا با فا - کس طرح کی تیری وہیمی آواز ہے کہ سنائی نہین دیتی - آخرش تو ہے کہان - ہر جگہہ تجھے ڈہونڈا اور ڈہونڈہ رہے ہین - مگر نہ کہین تیری صورت نظر آئی اور نہ کسی جگہہ تیری آہٹ ہی سنائی دی - تو عجب طرح کی بیوفا ہے - بھلا ایسی بھی بیوفائی کیا -

مگر نہین نہین اے میری پیاری "دُنیا" درحقیقت تیری ایک شکل نہین تیری صورت مختلف ہے - اور اسی لئے تیرے چاہنے والونکے طریقے جُداگانہ ہین - اگر کاش تیری کوئی خاص شکل ہوتی تو اگرچہ انداز لوگون کے جُدا نہ ہوتے مگر مفہوم سب کا ایک ہی ہوتا - اور سب ایک ہی لکیر کے فقیر ہوتے - مگر ہم دیکھتے ہین کہ جسطرح قدرت نے ایک کی صورت سے دوسرے کی صورت ملنے نہین دی ہے - اسی طرح تیرے شیفتہ و وارفتون کی آرزو اور تمنائین جدا جدا ہین -

"ڈاکو" "رہزن" "نشہ خوار" "فاسق" بھی تیرے چاہنے والے ہی اور بدنام کرنے والے ہین - اور "عابد" "زاہد" "پرہیزگار" "حق شناس" بھی تیرا نام لینے والے اور بدنام کرنے والے ہین - علی قدر مراتب سبکا رنگ جُدا جُدا ہے - سب اپنے اپنے خیال مین مست ہین - اگر افیونی کے آگے افیون کی مزمت اور شراب

کی تعریف کیجیئے تو وہ مخالفت پر کمر بستہ ہوجائیگا۔ اور ہزارون خرابیان شراب کی اور لاکھون خوبیان افیون کی بیان کریگا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

ان سب باتون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "دنیا" کی واقعی کوئی شکل نہین ہے۔ بلکہ وہ بذات خود مثل آئینہ کے صاف وشفاف ہے۔ مگر کسی صورت سے "دنیا" کی کوئی شکل بھی قایم کیجائیگی تو وہ بجنسہ اپنی صورت کے مطابق ہوگی۔ گویا "دنیا" کی کوئی شکل نہین ہے۔ اگر ہے تو وہ اپنی صورت کے بالکل مشابہ ہے۔ یا بالفاظ دیگر میری ہی شکل "دنیا" کی شکل قایم ہوگی۔

"زمانہ" کی نیرنگی مشہور ہے۔ جس کی نسبت اگلے لوگ بھی اپنی اپنی رائین ظاہر کرتے چلے آئے۔ شاعرون نے اسکی دھجیان اڑادین۔ یہہ سب کچھہ ہے مگر اتبک یہ نہین معلوم ہوا کہ فی الحقیقت "زمانہ" کہتے کسکو ہین۔ آخرش "زمانہ" کے بعض مخالف اور بعض موافق کیون ہین۔ "زمانہ" کیا ہے۔ "دیو" ہے۔ "پری" ہے۔ "جن" ہے۔ "انسان" ہے۔ یا "حیوان" ہے۔ آخرش ہے کیا چیز۔ ہماری دشمنی سے اسکو کیا فائدہ اور ہماری دوستی سے اوسکو کیا نقصان ہونیوالا ہے۔ ہماری کس بات سے اُسکو خوشی ہوتی ہے۔ اور کون سی بات سے اُسکو رنج پہونچتا ہے۔

جب ان سب باتون پر غور کرو تو معلوم ہوجائیگا کہ درحقیقت "زمانہ" کوئی وجود نہین ہے۔ وہ فی الحقیقت ہمارا "پرتو" ہے ہمارا "سایہ" ہے اور ہماری زندہ صورت کی ایک قدرتی تصویر ہے۔ جو مرنیکے بعد بھی ساتھہ نہین چھوڑتا۔ اسکو تم یون سمجھو۔ تھوڑی دیر کے لئے تم اپنی پوشاک اتار دو۔ تمہارا "سایہ" تم کو ضرور نظر آئیگا۔ تم اپنے ننگے سایہ کو دیکھکر خود شرمندہ ہوجاؤگے۔

ہتھین اپنا سایہ خود برا معلوم ہوگا۔ مگر جب تم پھر اپنی پوشاک پہن لوگے تو وہی سایہ جسکو دیکھکر تم شرمندہ ہوئے تھے۔ وہی سایہ جسکے دیکھنے سے تم کو نفرت ہوتی تھی۔ اب ہتھین وہ ہوا اور وہی تمھارا سایہ ہے۔ کہ گھنٹون تم اوسے دیکھ رہی ہو مگر نیت نہین بھرتی تم اپنے "سایہ" پر خود ہی نثار ہو۔ تبلاؤ تو وہ کون سی چیز تھی جو تمھارے سایہ کو تمھارا دشمن بنائے ہوئے تھی۔ وہ کون سا عیب تھا جسکے باعث سے تم خود اپنے "سایہ" سے شرمندہ ہو رہے تھے۔ اور اب تمھارے سایہ مین کون سا سرخاب کا پر لگ گیا جسکی وجہ سے تم فریفتہ ہوگئے۔

اگر تم خیال کروگے تو تم کو دو باتین بہت ہی واضح طور سے معلوم ہونگی۔ اول یہ کہ یہہ تمھاری غلطی تھی جو تم اپنے "سایہ" سے شرمندہ یا متنفر ہوئے تھے کیونکہ "سایہ" تو فی الحقیقت کوئی ہستی نہین رکھتا۔ وہ تو تمھارے وجود کے بدولت پیدا ہوا۔ اور جون جون وجود کی حالت مین تغیر تبدل ہوگا اُسکی بھی حالت بدلتی جائیگی۔ پھر "سایہ" کا کیا قصور۔ اور اسکی کیا خطا۔ اور اوس سے رنج ہونا کیا۔ اگر فی الواقع قابل سزا ہے تو وجود ہے۔ یا بالفاظ دیگر تم خود ہو۔ جسکی وجہ سے "سایہ" کی بھی حالت بدلگئی۔ نہ تم اپنے کو بگاڑکے رکھتے نہ تمھارا "سایہ" اورون کے نزدیک قابل نفرت اور تمھارے نزدیک قابل ندامت ٹھرتا۔ سچ کہنا ایسی حالت مین کون قصوروار ٹھرا۔ "تم" یا تمھارا "سایہ" کیا ایک حبشی کی شکل آئینہ مین خوبصورت نظر آسکتی ہے۔ کیا بدشکل کی شکل آئینہ مین خوبصورت نہ نظر آنے پر آئینہ مجرم قرار دیا جاسکتا ہی۔ اگر واقعی تم منصف مزاج ہو تو یقینی تم یہہ فیصلہ کروگے کہ آئینہ قابل انعام ہی۔ جسنے اپنی پاک شکل مین ایک بُری صورت کے عکس کو بھی دکھلا دیا۔ اور ذرا اسُ کو نفرت نہوئی

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ آج کے قبل
کیا بات تھی کہ تم ایک دانہ کے محتاج تھے۔ لوگون کے نزدیک حقارت
کی نظر سے دیکھے جاتے تے۔ سپید پوشون کے نزدیک تم مشکل سے بھی نہین
پہونچ سکتے تھے۔ یا آج تم خود سپید پوش کہے جارہے ہو۔ کل تم دوسرون کے
محتاج تھے۔ یا آج لوگ تمھارے دست نگر ہین۔ کل لوگ تمہین حقارت
کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یا آج تم دوسرون کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔
کل تم جسکے خادم تھے۔ اور آج تم اسکے مخدوم ہو۔
اگر تم غور کروگے تو تمہین معلوم ہوجائیگا۔ کہ ابتدا مین تمھاری "کاہلی"
تمھاری "جہالت" اور تمھاری "بدچلنی" تھی جسنے تمہین ترقی کے زینہ سے نہین
بلکہ انسانیت کے پایہ سے نیچے گرادیا تھا۔ اور آج تمھارے زینۂ عروج پر پہونچنے کا
باعث تمھاری "حسن" تمھاری "علمی قابلیت" تمھاری "نیک چلنی" تمھاری "تجارت"
یا تمھاری "ملازمت" وغیرہ ہے۔ جس سے کل تک تم بالکل بیخبر تھے۔ ایمان
کی کہنا کلمہ کون قصور وار تھا اور آج کون قابل انعام ہے۔
تبلاؤ تو غلام اگر تمھارے حکم کے مطابق کوئی کام کرے جس مین سرمو
فرق نہو تو کیا اس حالت مین تم اُسکو نافرمان کہہ سکتے ہو۔ تم اوسے یہ کہہ سکتے
ہو کہ یہ ملازم میرے موافق نہین ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ تم غریب
زمانہ کو جو درحقیقت تمھاری زندگی پر زندہ اور تمھارے مرجانے پر مردہ سمجھا
جاتا ہے بدنام کرتے ہو۔ اُسے بجائے فرمان بردار کہنے کے ہمیشہ تم
نافرمان کہتے ہو۔
ہان تم نافرمان اُسے اسوقت کہہ سکتے تھے۔ اگر مفلسی مین تمھارا
"سایہ" یا بالفاظ دیگر "زمانہ" ساتھ نہین دیتا یا کسی مصیبت مین تم سے جُدا

ہوجاتا۔ جب البتہ تم اُسسے بیوفا بیمروت طوطے چشم کہہ سکتے تھے۔ ایسے فرمان بردار کو نافرمان کہنا دلیل محسن کُشی نہین ہے تو کیا ہے۔ بس جیسے "سایہ" ہمیشہ میرے جسم کے موافق ہے اسی طرح "زمانہ" بھی ہمارے اور ہماری حالت کے مطابق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ "سایہ" کا وجود اپنی وجود پر ہے۔ اور "زمانہ" کا دارومدار ہمارے "طور" "طریقہ" "حرکات" "سکنات" "عملیت" "جہالت" "نیک چلنی" "بدچلنی" "کاہلی" "چستی" "ملازمت" "تجارت" وغیرہ پر ہے مگر جس طرح "سایہ" کسی حال مین جدا نہین ہوتا۔ اُسی طرح قابل عزت "زمانہ" کسی وقت مین ہم سے خدا نہین ہوتا۔ تم اُسسے بدنام کرتے ہو۔ اُس کی دھجیان اوڑاتے ہو۔ مگر "زمانہ" ہے کہ ٹکٹکی باندھے بغور تمہارے طرف دیکھا کرتا ہے۔ گاہے مسکرا دیتا ہی اور گاہے رو دیتا ہے۔ مسکراتا اسپر ہے کہ آخر تم کس کی شکایت کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارے ہی بُرے ہونے سے وہ بھی بُرا ہوگیا ہے۔ اور روتا اسپر ہے کہ تمہاری موت کا وقت قریب ہے اور ہنوز تم سیدھی راہ پر نہ آئے۔

اے "زمانہ" تجپر خدا کی رحمت تو سچا ہمدم و رفیق ہے۔ تو ہمیشہ میرے موافق ہے۔ مگر افسوس صد افسوس ہم خود اپنے موافق نہین ہین۔ جسکے باعث سے تو خود بھی بدنام ہورہا ہے۔ مگر اے "زمانہ" تجھے کون بدنام کرسکتا ہے جبکہ تو میرا "سایہ" یا میرا "پرتو" ہے۔ تیرا بدنام ہونا عین میرا بدنام ہونا ہے۔

اب اگر "دنیا" پر غور کرو کیونکہ دنیا بھی مثل زمانہ کے بدنام ہے۔ نیک نامی اور بدنامی تو الگ رہی پہلے تو تم یہی ثابت نہین کرسکوگے کہ فی الواقع "دنیا" نام کس کا ہے۔ اور "دنیا" کے کس سلسلہ کو یا وصف ترکیب تم بدنام کررہے ہو۔ کیونکہ دنیا ایک ترکیبی شے ہے۔ لاکھہ دو لاکھہ یا کرور دو کرور چیزین جس مین

جاندار اور بیجان سبھی شامل ہین قدرت نے اکھٹی کر کے اوسکا نام "دنیا" رکھا۔
جس مین سے ایک بہت بڑا رکن انسان ہے۔ اور انسان ہی دنیا کو بدنام کرتا
ہے۔ اِس سے بڑہکر اور بے انصافی کیا ہوسکتی ہے۔
ہان یہہ تم کہہ سکتے ہو کہ دنیا کی فلان چیز یا فلان رکن خراب ہے۔ مگر یہ
کیسے تم کہوگے اگر کہو تو حضرت ذوق دہلوی کے قول کے مصداق ہی بنجاؤ۔
ذوق مرحوم کے دیوان کا ایک شعر ہے ؎

کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرت انسان پر | فعل بد تو خود کرین لعنت کرین شیطان پر

اے میری مونس و غمگسار "دنیا" اور اے میری پابند وفا "دنیا" تیرا کیا کہنا۔
تو سچی انیس اور بیغرض ہمدم ہے۔ انبیا اولیا اور بڑے بڑے دیوتاؤن کی تو
مسکن رہی اور ہے۔ اعلی سے اعلی فلسفی اعلی سے اعلی حاذق الملک حکیم
ایک سے ایک فرمانبردار ایک سے ایک امیر رئیس عالم فاضل منشی وغیرہ کی تو جای
عشرت رہی اور ہے۔ مگر آفرین ہے اے صادق الاقرار دنیا تو نے بڑون کا ساتھ
کرنے پر بھی چھوٹون کا دغاباز و لنگا مکارون کا عیاشون کا اور شراب خوارون کا ساتھ
دیا اور دے رہی ہے۔ مگر اے "دنیا" تو کیا ساتھ دیگی جبکہ تو خود ہماری ایسی
بیشمار چیزون سے عالم وجود مین آئی۔ اور نام تیرا "دنیا" رکھا گیا۔
ایک لالٹین تمہارے سامنے جل رہی ہو مگر دہوان سے بالکل سیاہ
ہوگئی ہو اُس حالت مین اگرچہ یہ محاورہ ہے کہ تم کہو "یہہ لالٹین بالکل خراب ہے"۔
دہوان دے رہی ہے۔ مگر حقیقتاً لالٹین خراب نہین ہے۔ بلکہ "برنر" خراب ہے۔
اور اُسی کی خرابی سے دہوان پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہہ محاورہ تمہارا غلط نہین ہے
کیا تمہارے لالٹین کو خراب کہدینے سے اُسکی چمنی بھی خراب ہوگئی۔ اُس کے
اور سامان بھی خراب ہوگئے۔ اگر نہین تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم لالٹین کو خراب

کہو۔ کیونکہ کئی ایک چیزین ملکر لالٹین قائیم ہوئی ہے۔ آخرش تم چمنی کو کیون نہین لالٹین کہتے۔ اور پھر سب چیزون کے اکھٹی ہو جانے پر جسے تم لالٹین کہتے ہو کیون نہین چمنی کہتے۔ پھر اِس کی کیا وجہ ہے کہ اوس کی ایک چیز خراب ہو اور تم لالٹین ہی کو خراب کہدو۔ جبکہ تم دیکھتے ہو کہ "برنر" کو تبدیل کر دینے سے پھر اوس کی روشنی جون کی تون ہو جاتی ہے۔

بس قبل اسکے کہ تم کسی کو بدنام کرو۔ تم دیکھہ لو کہ اُس بدنامی مین تمھاری بھی تو شرکت نہین ہے۔ اگر ہے تو پھر اُس سے علیحدگی اختیار کرو۔ اپنے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ نہ لگنے دو۔ اپنی پیشانی کو صاف رکھو۔ دوسرون کو بُرا کہنے کے قبل تم اپنے کو اچھا لایق ایماندار فرمانبردار اور رحمدل وغیرہ ثابت کرو۔ ورنہ خوب سمجھہ لو کہ آسمان کا تھوکا اپنے ہی مُنہ پر گرتا ہے۔ بس "دُنیا" کی نسبت یہی سمجھہ لو کہ ؎

نہین معلوم "دُنیا" جلوہ گاہ ناز ہی کسکی — ہزارون اُٹھگئے رونق وہی باقی ہی مجلس کی

(۹)۔ "علم اور رحمدل برٹش گورنمنٹ"

بظاہر اگرچہ "کور چشم" اندھے کو کہتے ہین۔ مگر در حقیقت وہ اندھے اندھے نہین ہین۔ جنکی آنکھون مین نور باقی نہ رہا ہو۔ بلکہ اصلی اندھے وہ ہین جو آنکھون کے رہتے ہوئے کسی شئے کو دیکھنے سے مجبور ہین۔ اور تاریک غار مین پڑے ایڑیان رگڑ رہے ہین۔

ایسے کور باطن کے لئے قدرت نے ایک "شمع" روشن کر دی ہے تاکہ ٹھوکرین نہ کھانی پڑین۔ اور اِس غار مین ایک ایسی کمند خدا نے چھوڑ دی ہے تاکہ یہہ لوگ اُس کے ذریعہ سے شمع کی روشنی مین نکل

آمین۔ "وہ شمع" یا "گمند" یا "کلید زندگی"۔ درحقیقت "علم" ہے۔

اوہو۔ اے "علم" تیرا کیسا پیارا اور شیرین نام ہے نام لیتے ہی لب چمٹ جاتے ہین۔ اے "علم" تو وہ خزانہ ہے نہ تیرے لئے کسی آہنی بکس کی ضرورت ہے کہ تو اوس مین رکہا جائے۔ نہ نگہبان کی ضرورت ہے کہ تیری حفاظت کرے۔ اے "علم" تو وہ دولت ہے کہ جتنا ہی تجھکو خرچ کیا جائے اوتنا ہی تو بڑہے اور منافع ہو۔ اے صادق الاقرار دوست پرست "علم" تجہہ کیسی برقی طاقت ہے کہ آنکھون کی راہ سے خانۂ دل مین اوتر آتا ہے۔ کسطرح کا خاموش ہے تو کہ لوگون کو گویا اور آنکہہ والا بنا دیتا ہے اور خود خاموش کا خاموش رہتا ہے۔

اے "علم" تجہہ مین قدرت نے کیسی کوٹ کوٹ کر وفا بہر دی ہے جس نے تیرا ساتہہ کیا تو نے مرتے دم تک اوسکا ساتہہ نہ چہوڑا۔ اے "علم" تو کس طرحکا پابند وفا ہے۔ میرے عزیز واقربا میرے جیتے ہی جی کے ساتھی ہین۔ لیکن تو وہ باوفا دوست ہے کہ مرنیکے بعد بہی ساتہہ نہین چہوڑتا۔ اے "علم" تو کیسا فیاض دل محسن ہے تجہے بخل سے ذرا بہی سروکار نہین۔ جو تیرے سایہ تلے سے بہی گذر گیا پارس ہو گیا۔ تیرے دربار مین نہ تو زر کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی اور شئی کی۔ اگر ہے تو صرف حضوری کی۔ مفلس اور تونگر پر تیرا ایکسان احسان ہے۔ اے "علم" تو وہ خوشنما میان ہے کہ بہونڈی سے بہونڈی تلوار کو بہی زیب و زینت دیکر درجۂ اعلیٰ پر پہونچاتا ہے۔

اگلے بزرگان ملک وقوم ایسے ہی دو ہاتہہ بہر والے انسان تھے۔ مگر آخرش بات کیا ہے کہ لوگ اونکے نام نامی و اسم گرامی کو ادب سے

لیا کرتے ہین - اون کی تصانیف کی قدر جواہرات سے زیادہ کرتے ہین
اونکے اقوال کو آیہ وحدیث سمجھتے ہین -

کس بات کی اون کے لوگ قدر کرتے ہین - "ہاتھ" کی "پیر" کی "ناک"
کی "کان" کی اونکی "لمبائی" "چوڑائی" کی یا اون کی "موٹائی" کی - اگر یہی بات
ہے تو آج بھی ہاتھ پیر والے ناک کان والے لمبے چوڑے موٹے تازے
لوگ موجود ہین - اون کے بات کی نہ سہی اون کے قول کی نہ سہی -
اون کی تو قدر کیجائے - اونکو تو لوگ عظمت کی نگاہ سے دیکھلین -
اون کی تو عزت کرین -

اسمین کون سا راز پوشیدہ ہے - ایک شخص کے دو چار یا کئی ایک
لڑکے ہین - اُن مین ایک کسی اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہے - وہ قدر کی نگاہ
سے دیکھا جاتا ہے - اُسکے عزیز بھی اُس کی قدر کرتے ہین - وہ فخر خاندان
سمجھا جاتا ہے - بقیہ اُسی کے بھائی ہین نہ اُنکی وہ قدر ہے - نہ
عزت ہے - نہ اونکے مرنیکا اتنا غم ہوتا ہے نہ اونکے جینے کی اتنی خوشی
ہوتی ہے - بات کیا ہے - وہ خود بھی اپنے کرسی نشین بھائی کو للچائی
ہوئی آنکھون سے دیکھا کرتے ہین - آخر ش ہین تو وہ ایک ہی بطن سے -
باپ بھی ایک ہے - مان بھی ایک ہی ہے - پھر کونسی ایسی وجہ پڑگئی
کہ ایک اعلیٰ ہوا دوسرا ادنیٰ -

آہ اے "علم" یہہ صرف تجھہ سے ملنے نہ ملنے کا نتیجہ ہے - جو تجھہ سے
ملا وہ انمول جواہر ہوا - جو تجھہ سے نہ ملا وہ مثل پتھر کے بیکار رہا -

"افلاطون" "ارسطو" اور "حکیم اقلیدس" وغیرہ جنکو سوا دو ہزار برس سے
بھی زیادہ عرصہ گذرا کہ راہی ملک عدم ہوئے - جنکے قبرون کا نشان تک

نہین باقی ہے - جنکے خاندان کا شاید ایک شخص بہی باقی نہوگا - مگر آج بھی
انکے نام مثل آفتاب و ماہتاب درخشان ہین -
کیون آخرش اس کی وجہ کیا ہے - باعث اسکا یہہ ہے کہ وہ "علم"
ہی کو مایۂ زندگی سمجھے ہوئے تھے - اسلئے وہ مرجانے پر بھی زندہ ہین - اور
جب تک آسمان وزمین ہین زندہ رہینگے - اور ہمنے "علم" کے بیج کو کشت
دل مین نہ بونے کی قسم کھائی ہے اور اُسکے خوشگوار پھل کھانے کی دہن
مین سر دُھنتے پہرتے ہین اسلئے پہل نصیب ہونا تو درکنار اپنی زلیست پر بھی
مردہ سے بدتر ہو گئے - لوگ ہمین جانین نہ جانین - ہمکو خود بھی اس کی
شناخت نہ رہی کہ فی الحقیقت ہم زندہ ہین یا مردہ - ہم زیر زمین ہین یا
برزمین - یہ میری پوشاک واقعی پوشاک ہے - یا کفن - یہہ میرے عزیز
فی الواقع میرے عزیز ہین - یا آسمانی فرشتے -
اے "علم" تجہہ سے جان پہچان نکرنیکا یہہ نتیجہ ہے کہ مان باپ
عزیز و اقارب دوست احباب اپنی بھلائی برائی کو ہم نہ جان سکے - اپنے
پیدا کنندہ صانع حقیقی کو نہ پہچان سکے - نشان جہالت پیشانی پر موجود ہے
جس نے دیکھا نفرت سے مُنہ پھیر لیا - اور تجہہ سے ذرا سی ملاقات پیدا
کرنیکا یہہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ ہی نہین بلکہ فخر خاندان فخر قوم
اور فخر ملک سمجھا جاتا ہے - نہ ادنیٰ ادنیٰ ہے نہ اعلیٰ اعلیٰ - بس ادنیٰ وہی
ہے جو تجہہ سے ناآشنا رہا - اور اعلیٰ وہی ہے جس نے تجہہ سے ربط پیدا کیا -
اے "علم" یہہ تیرا ہی فیض تہا کہ "سعد اللہ خان" وزیر "منشی ابوالفضل"
"فیضی" اور "ٹوڈرمل" جیسے مفلس و نادار شاہ اکبر ایسے لایق فرمان روائے
ہند کے دربار مین کہسی عروج پر متمکن ہوئے -

اے "علم" میری ہر ترقی کا ذریعہ تو ہی ہے۔ اے "علم" حیرت انگیز ایجادون کا موجد تو ہی ہے۔ یاد رکھو علم ہی سے سب کچہہ ہے۔ اگر "علم" کی صحبت مین نہ رہے۔ "علم" کو اپنا رہبر نہ بنایا۔ تو نہ تم انسان کہے جاؤگے۔ اور نہ تم کو کبھی سیدہی راہ ملیگی۔

بس "علم" ہی وہ دولت ہے جسے تم جتنا ہی خرچ کروگے اوتنے ہی اسمین زیادتی ہوتی جائیگی۔ "علم" ہی وہ کمال ہے جو کبھی زوال کی صورت نہین دیکھتا۔ "علم" ہی وہ سدا بہار ہے۔ جسپر بادِ خزان کا پنجہ نہین چلتا۔ "علم" ہی وہ زندگی ہے جہان موت کو بھی جاتے ہوئے موت آتی ہے۔ "علم" ہی وہ زیور ہے جو بدشکل کو بھی خوشجمال بناتا ہے۔ "علم" ہی وہ لباس ہے جو سارے عیبون کو چھپاتا ہے۔ بس جو کچہہ تم چمک دمک دیکھہ رہے ہو۔ درحقیقت یہہ کچہہ نہین ہے۔ اگر ہے تو صرف یہہ "علم" ہے۔ جسکی روشنی سارے عالم کو محیط کئے ہوئے ہے۔ دوست دشمن یکسان اسکی روشنی سے فائدہ اوٹھا رہے ہین۔ اب آنکھہ رہتے تم اندہے ہوجاؤ تو تم جانو۔ تمہارا کام جانے۔

دیکھو جب تک روح تمہارے قالب مین ہے تم جاندار کہے جاتے ہو۔ مگر روح کے نکل جانے پر تم مردہ ہوجاتے ہو۔ اسی طرح اگر تم نے "علم" حاصل کیا "اشرف المخلوقات" یعنی انسان سمجھے گئے۔ ورنہ حیوان بےزبان سے بدتر۔ بس آدمیت اگر ہے تو "علم" ہی کے بدولت۔

خدا کیلئے "علم" کے متبرک دامن کو پکڑے رہو۔ ورنہ آدمیت کے دائرے سے خارج ہوجاؤگے۔ بے زبان حیوان مین اور تم مین صرف معمولی فرق رہ جائیگا۔ کیا تم نے سنا نہین کہ ؎

عودرا گر بو نہ باشد ہیزم است
آدمی را آدمیت لازم است۔

اب سوال یہہ پیدا ہوتا ہے کہ جہالت کی بھنور سے کیونکر ہم اپنی کشتی کو نکالین۔ پڑہنے پڑہانے کا کون سا سامان کرین۔ اسکا جواب نہایت ہی آسان ہے۔ تم چند ساعت کیلئے گریبان مین مُنہ ڈالکر سوچو۔ اپنی موجودہ حالت اور رحمدل گورنمنٹ برطانیہ کی قابل قدر توجہ پر ضرور توجہ کرو۔

"آہ" جب تمہاری کاہلی اس درجہ بڑہی کہ تمہاری اولادین کمزور ہونے لگین۔ تمہین تمہاری کاہلی محسوس نہ ہوئی بلکہ تمہین اپنی نازکی پر ناز ہونیلگا۔ اسوقت تم کو معلوم ہے کہ تمہاری رحمدل گورنمنٹ نے کیا کیا اسکول اور کالجون مین ورزش کے سامان مثل "کرکٹ" "فٹ بال" اور جمناسٹک" وغیرہ کے سامان مہیا کئے۔ تاکہ جو خراب ہو چکے وہ ہو چکے اب آیندہ نسلین توانا و چست ہون۔

جہالت کے دفعیہ کے لئے معمولی سے معمولی بستیون مین بھی درسگاہین کھولدین اور وہ بھی کس طریقہ سے۔ یعنی معلم کو پڑہنے والے بچون سے ایک پیسہ لینے کی ضرورت نہین ہے۔ بلکہ وہ خاص تمہاری رحمدل سرکار کے جیب خاص سے لیا کرین۔ تاکہ نادار اور مفلس کو بھی اپنے بچون کو تعلیم دلوانے مین دقت نہو۔

اس پر چند اور بھی غیر معمولی رعایتین ہین۔ مُعلّم کی ترقی بچون کی لیاقت پر۔ بچون کو شوق دلانے کی ترکیب یہہ ٹہری کہ ہر سال اُنکو علیٰ قدر مراتب انعام دیا جاوے۔ اون کی مالی امداد اسطور سے کی گئی کہ جب وہ کچہہ قابلیت پیدا کرین تو انکی آیندہ تعلیم کے لئے تنخواہ مقرر ہون

اتنے دردسر کے بعد جب تمہاری رحمدل اور نیک نیت گورنمنٹ نے یہہ دیکہا کہ اب میری رعایا ذرا ہاتہہ پیر سنبہالنے لگی۔ تو اسوقت قابل قدر برٹش گورنمنٹ نے صنعت اور حرفت کے متعدد کالج اپنی طرف سے کہولدیئے۔ تاکہ بے ہنری کی گرویدہ رعایا میری ہنرمند ہوجائے۔

نمائشون مین اپنی رعایا کے ہاتہہ کی بنی ہوئی چیزون کی تمہاری سرکار قدر کرنے لگی۔ وہ آنے لاگت کی چیزون کے دس بیس روپیے بطور انعام کے دینے لگی۔ تاکہ حوصلہ بڑہے۔

اس پر بہی تمہاری قابل عزت گورنمنٹ کو چین نہ آیا۔ ہر سال اکثر ضلعون مین ایک دن نمائش کا مقرر کیا۔ تاکہ ضلع ہی کے اندر کی قدرتی اور مصنوعی چیزین لوگ لائین۔ اور اپنی اپنی کاریگری دکہاکر انعام سے مالامال ہوکر خوش خوش گہر جائین۔

انسان جیسے اپنے بچون کو چلنا پہرنا کہانا پینا بولنا اور جانور اپنے بچون کو چرنے چگنے کی ترکیب بتاکر راہ پر لاتے ہین۔ اسی طرح تمہاری نیک دل گورنمنٹ نے ترقی کے جتنے اسباب ہین مہیا کردئے۔ پڑہنے لکہنے کیلئے صنعت وحرفت کیلئے اور کہیتی گرہستی کیلئے اسکول اور کالج بنا دیا۔ لاکہون اور کرورون روپئے کے خرچ کو صرف تمہارے لئے اور تمہین ذی علم و ہنرمند بنانے کیلئے تمہاری شفیق حال گورنمنٹ نے اپنے سر پر لے لیا۔ اب بہی تم جاہل اور بے ہنر رہو تو تمہاری قسمت اور تمہاری تقدیر۔

کیا کوئی ہے ایسا شخص جو ان غیر معمولی احسانون کو رحمدل گورنمنٹ برطانیہ کے ملیامیٹ کرسکے۔ نہین اور ہرگز نہین۔ پہر کیون نہین دامن علم کو تم اپنے ہاتہون سے پکڑو۔ اور اس خوشی مین آکر اس رُباعی کا

ترانہ بنا کر گاؤ۔ اور سچے دل سے دعا کرو کہ خدا تمہارے بادشاہ حضور ملک معظم جارج پنجم کو جب تک زمین و آسمان ہے قایم رکھے۔ جس کے باعث سے تمہین ہر طرح کا اطمینان نصیب ہے۔

رباعی

شاہا بقائے عمر تو باشد ہزار سال — لیکن باین حساب بصد حشمت و جلال
که سالِ ہزار ماہ و ماہ ہزار یوم — یوم ہزار ساعت و ساعت ہزار سال

(۱۰) — "علمی قابلیت"

محض کسی علم مین پڑھ لکھ لینا اور بات ہے۔ "علمی قابلیت" اور بات ہے۔ کسی علم کو جان لینا اور اوس پر کامل ورک اور عبور کا ہو جانا اسی کو علمی قابلیت کہتے ہین۔

وہ تحریر تمہاری قابل داد نہین ہے کہ مضمون لکھو "اُردو" کا مگر الفاظ بھرے ہون "انگریزی" "سنسکرت" "پشتو" اور "بنگلہ" کے۔ وہ تقریر تمہاری قابل تحسین نہین ہے کہ وعظ و پند تمہارا ہو اُردو زبان مین مگر کوئی جملہ دیگر علوم کے الفاظ سے خالی نہو۔

تحریر ہو یا تقریر قابل تعریف وہی ہے جسمین کوئی دوسری زبان خلط ملط نہو مثلاً اگر اُردو مین کچھ لکھو یا بولو تو اوس مین بھاشا سنسکرت انگریزی وغیرہ کی آمیزش نہو۔ اگر تمہاری تقریر یا تحریر سنسکرت مین ہو اُس مین بھی یہی لحاظ مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ کاش تحریر یا تقریر تمہاری انگریزی مین ہو تو بھی پاس رکھنا لازمی ہے۔

بھلا غور تو کرو باتین تم کرتے ہو اُردو مین۔ مگر تمہاری مادری

زبان سمجھنے کے لئے ایک پنڈت یا ایک انٹرنس پاس شدہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ کوئی جملہ تمہارے منہ سے ایسا نہین نکلتا ہے جسمین دوسرے علوم کے ہی الفاظ شریک ہون۔ تمہارے اعلیٰ درجہ کے مضامین اخبارون رسالون مین شایع ہوتے ہین مگر ایک اردو خوان بیچارے کی یہہ مجال نہین ہے کہ تمہاری تحریر کو سمجھہ سکتے۔ اسلیئے کہ مضمون تو تمہارا اردو مین ضرور ہے مگر جملے اوسکے مزین ہین۔ دیگر علوم کے الفاظ سے۔

ہان یہہ بہی کمال قابلیت ہے کہ اپنے مطلب کو جس علم یا جس زبان مین چاہا ادا کیا۔ مگر ہم یہ بھی نہین دیکھتے ہین۔ کیونکہ اکثر تم باتین کرتے کرتے صرف اسلیئے رک جاتے ہو کہ تمہین تمہاری مادری زبانکا وہ لفظ ہی نہین یاد آتا ہے جس سے تم اپنے مطلب کو ظاہر کرسکو آخرش تم مجبور ہو کر کسی دوسری زبان مین کہتے ہو۔ اور پھر اوسکا ترجمہ مثل لوگون کے کرتے ہو۔ کیا اسی کو قابلیت کہتے ہین۔ کیا علمی سند یافتہ ہونے کی یہی دلیل ہے۔ کہ تم کو کسی خاص زبان اور خاص علم پر اتنا بھی ورک نہو کہ بغیر اسکو کھچڑی بنائے ہوئے نہ تم سے اظہار مطلب ہو سکے۔ اور نہ لکھہ سکو نہ بول سکو۔

افسوس ہی کی بات نہین ہے بلکہ مر جانے کی بات ہے کہ کس برتے پر تم قابل کہے جانیکے قابل ہو۔ جبکہ تم کو اپنی مادری زبان بہی یاد نہ رہی۔ بہلا اور کسی زبان یا کسی دوسرے علم پر تم کیا قبضہ کرو گے جبکہ تم اپنی زبان اور اپنے علم سے خود بخود بے دخل ہو گئے۔

کیا تم یورپ "عرب"، "ترکستان" "ایران" اور "افغان" وغیرہ کی

کوئی ایسی تصانیف دکھلا سکتے ہو جسمین بدرجہ مجبوری دوسری زبانین
بھی ٹھونسی گئی ہون - کیا اُن لوگون کی تقریرین تمنے ایسی بھی سُنی ہین
جسمین کسی دوسری زبان کا بھی دخل ہو -
اگر سچ پوچھو تو غایت درجہ کا کمال یہ ہے کہ ہر علم مین تمہارے
دو طریقے اور دو انداز ہون - یعنی ایک ادق اور ایک سلیس - مگر کسی
علم مین کسی دوسرے علم کے الفاظ شامل کردینا دلیل قابلیت نہین ہے
بلکہ دلیل علمی کمزوری کی ہے -
البتہ یہ کمال قابلیت قابل داد ہے کہ جس زبان مین تمہاری
گفتگو ہو - کبھی تو ایسی سلیس ہو کہ ایک بچہ بھی آسانی سے سمجھ لے -
اور کبھی ایسی ادق ہو کہ لوگون کو لغت دیکھنے کی ضرورت پڑے - نہ کہ ایک
جملہ مین دو چار علم کے الفاظ شریک ہون -
کیا تم اسکو پسند کرتے ہو کہ تمہاری "عبا" دس پانچ رنگ کے
کپڑون سے طیار کیجاوے - کیا بچرنگا "عبا" تمہارے مرغوب طبع ہوسکتی ہے
یاد رکھو جو مادری علم اور مادری زبان کو بھولا وہ کسی علم اور کسی دوسری
زبان کو یاد نہین رکھ سکتا - تبلاؤ تو جب تم اپنی جائداد پر قبضہ رکھنے کی
قدرت نہین رکھتے ہو تو یہ کب ممکن ہے کہ دوسرے کی املاک پر قابض
و دخیل ہوسکو گے - خدا کے لئے اس عیب کو نکالو - اور جس علم کو حاصل
کرو اُسپر اور اس زبان پر کامل قدرت رکھو - ورنہ تمہارا پڑھنا نہ پڑھنا
برابر ہے - اور ہرگز تم قابل کے پاک خطاب کے قابل نہین ہوسکتے -
چھوٹون کا لحاظ - بڑون کا ادب - فرمانروا کی فرمانبرداری - یہہ
سب نشان قابلیت ہین - ورنہ تم سے ان پڑھ اور جاہل اچھا ہے -

کیا تم نافرمانی بھی کرو۔ بے ادب بھی ہو جاؤ۔ اور پھر بھی اسکی امید رکھتے
ہو کہ قابل کہے جاؤ۔ ہرگز نہین۔

خیال کر کے دیکھو۔ اگر تم مین "علمی قابلیت" ہے تو "ادب" "تہذیب" "رفتار" "گفتار" کے جامہ مین اپنے کو ملبوس پاؤ گے۔ تمہارا اخلاق عالمگیر ہوگا۔ تمہاری انکساری و فرمان برداری تمہین ہمہ صفت موصوف بنائے ہوگی۔ ورنہ اسکے برعکس تم لوگون کے نظرون مین ذلیل معلوم ہوتے ہوگے۔ بے ادب بدتہذیب بداخلاق اور نافرمان کے ذلیل خطابات تمہین ملے ہونگے۔

جیسے دولت زیادہ ہونے پر بھی انسان کا حرص زیادہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور اپنے کو مفلس سمجھتا ہے۔ اسیطرح علمی قابلیت ہونے پر انسان غرور اور تکبر سے علیحدہ ہوتا جاتا ہے۔ انکساری اس کی بڑھتی جاتی ہے۔ اپنے کو علمی دولت کا حریص اور ناقابل پاتا ہے۔ مگر جیسے دولتمند اپنے کو مفلس سمجھتا ہے اور دوسرے لوگ اسکو دولت مند سمجھکر اُس کے دست نگر ہوتے ہین۔ اوسیطرح قابل اپنے کو ناقابل ضرور سمجھتا ہے مگر دوسرے لوگ اُسکو فخر ملک اور فخر قوم خیال کرتے ہین اور اُس سے مستفید ہوتے ہین۔

اگر واقعی تم مین "علمی قابلیت" ہے تو اُسپر ضرور غور کرو کہ .. .. ..
"کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا"۔ بس اللہ تمکو نیک توفیق دے۔

(۱۱) — "حلم"

"حلم" یون تو ایک سہ حرفی لفظ ہے۔ مگر عجیب وزن رکھتا ہے۔ اسکا

تحمل ہر ایک انسانی طبیعت کے قوت سے باہر ہے۔ لغت مین "بُردباری" درگذر، ضبط سے اس کی تشریح کی گئی ہے۔ مگر ہمارا قصد ہے کہ اسپر ذرا غائر نظر ڈالین۔ اور کچھ نتیجہ نکالین۔

'حلم' ایک قوت ہے جسکا فعل بہت ہی نازک اور ناقابل برداشت موقع پر ظاہر ہوتا ہے۔ اقتدار کافی حاصل ہے۔ انتقام کے جملہ ذرائع آسانی سے مہیا ہین۔ اور ایک ایسے شخص کے جانب سے جو ہر طرح دست نگر یا مغلوب ہے۔ کسی حرکت یا فعل یا عدول حکمی یا بطریق دیگر کوئی امر ناگوار پیش آیا اور غیظ و غضب کی تحریک کافی ہوئی۔ اسوقت غصہ کو ضبط کرنا قصور کو معاف کرنا اور مجرم کو اُسی طرح مورد مراحم و عنایات رکھنا جسکا وہ فعل ارتکاب خطا سزاوار تھا۔ اس کا نام 'حلم' ہے۔

اول تو قابو حاصل ہوتے ہوئے غصہ کو ضبط کرنا ہی مشکل ہے۔ لیکن خیر صبر کر کے ضبط کیا۔ اور سزا نہ دی تو قصور کا معاف کرنا یہ اُس سے زیادہ مشکل ہے۔ اور معاف ہی کر دیا تو خاطی کو اُس نظر سے دیکھنا گویا اوس سے کوئی قصور ہوا ہی نہین مشکل تر ہے۔ اور اسی پر عمل کرنے سے ہم "حلیم" یا صاحب "حلم" کہے جا سکتے ہین۔

"صفت حلم خالق و مخلوق مین مشترک ہے"

اللہ بزرگ و برتر کے "حلم" کا اندازہ طاقت بشری سے باہر ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اُسکا "حلم" اگر ہمارا دستگیر نہو تو بلحاظ حالات عالم اسباب کا عام کارخانہ درہم و برہم ہو جائے۔ خدا کی ذات عالم الغیب ہے اُسکے نزدیک ظاہر و باطن یکسان ہے وہ میرے ہر ارادے سے واقف ہے

میرا کوئی عیب یا ہنر اوس سے پوشیدہ نہین رہ سکتا۔ مگر دیکھو اس صانع حقیقی کے "حلم" کو وہ ہمارے کسی عیب کو فاش نہین کرتا۔ باوجودیکہ ہم سے بڑھکر نافرمان اُس کی دوسری مخلوق نہین ہے۔ مگر یہہ "حلم" خداوندی ہے کہ ہم لاکھہ نافرمانی کرین بے شمار عیب مین ہون مگر منجانب رب العزت پردہ داری ہی ہوگی۔ نکہ پردہ دری۔

ہان "حلم حق" ہماری نافرمانیون۔ ہماری غلطیون سے چشم پوشی کرکے کبھی کبھی ہماری چشم نمائی بھی کرتا ہے۔ تاکہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہون۔ کبھی ہم بیمار ہو جاتے ہین۔ کبھی ہمارا مال تلف ہو جاتا ہے۔ کبھی ہماری کاشت مین کم پیداوار ہوتی ہے۔ کبھی ہماری تجارت مین خسارہ ہو جاتا ہے۔ کبھی ہم کسی جھوٹے الزام مین پکڑے جاتے ہین۔ یہہ سب اسلیئے کہ ہم اب بھی سمجھ جائین۔ منہیات سے محترز رہین ورنہ ظاہر ہے کہ سب کچھہ اوس کے قبضہ مین ہے۔ جو چاہے ہمارے ساتھہ سلوک کرسکتا ہے۔

"حلم" کو اگر تم عالم وجود مین لاکر دیکھنا چاہتے ہو تو تھوڑی دیر کے لئے تم برٹش گورنمنٹ کی چشم عنایات اور اپنی ناگفتہ بہ حالات پر غور کرو۔ تمھین معلوم ہو جائیگا کہ "حلم" کہتے کسکو ہین۔ اور "حلم" کہے جانیکا مستحق کون ہے۔

تمہاری رحمدل گورنمنٹ برطانیہ کو کوئی ایسے اختیارات نہین ہین جو منجانب احکم الحاکمین نہ ملے ہون۔ پھر اس کی کیا وجہہ ہے کہ اُسکی مہربانی اسکا احسان دوست دشمن سبھی کیلئے یکسان ہے۔ آخرش کون سی اسکو مجبوری ہے۔ جبکہ ہم ایک گمنام ولاچار شخص ہوکر اپنے ملازم کی معمولی خطا بھی نہین معاف کرتے ہین۔ پھر اتنے بڑے وسیع ملک کے مالک گورنمنٹ برطانیہ

جس کی قلمرو مین آفتاب باوجود ہمہ وقت گردش کے غروب نہین ہوتا ہے۔ اپنی رعایا کی ناقابل عفو خطا کو بھی معاف فرما کر بجائے سزا انعام سے مالامال کردیتی ہے۔

دیکھو یہہ اوسکا "حلم" ہے۔ ورنہ اوسکے ایک ادنی اشارہ پر ہزارون اور لاکھون گردنین کٹ جائین۔ جسکے حکم کو کوئی منسوخ کرنے والا دنیا مین نہین ہے۔ دیکھو تمکو ایک حلیم گورنمنٹ کی رعایا ہونیکا فخر حاصل ہے۔ تمہین بہی وہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ جسمین دائرہ "حلم" سے قدم باہر نہ پڑے۔ یاد رکہو وہی اولاد اہل سمجھی جاتی ہے جو باپ کے قدم بہ قدم چلے۔

(۱۲) - "بے تعصبی"

بے تعصبی خدا کی رحمت ہے۔ اور تعصب غضب الٰہی۔ بے تعصبی ایک نور ہے جو اپنی روشن کرنون سے سارے عالم کو منور کردیتا ہے۔ اور تعصب بھڑکتی ہوئی آگ ہے جو عالی شان و سربفلک محلون اور ایوانون بلکہ بڑے بڑے شہرون اور آبادیون کو دم بھر مین جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

اگلی تاریخ بتا رہی ہے کہ دنیا مین جتنے بڑے بڑے فساد اور ہنگامے ہوئے ہین سب اسی ظالم "تعصب" کی بدولت ہوئے ہین۔ اسی نے بابل کی عمارتون کو خاک کا ڈھیر بنا دیا۔ اسی نے دولت فراعنہ کی زبردست عمارت کو منہدم کی۔ اسی نے بیت المقدس کو بابلیون اور رومیون کے ہاتھون سے اوجھڑوا دیا۔ اور اسی نے تاتاریون کی تیغ خون آشام سے لاکھون آدمیون کو قتل کرا دیا۔ اسی نے بڑی بڑی قومون کو ابھار کے کھڑا کیا۔ جنہون نے تعصب کے جوش مین تمدن و تہذیب کو دم بھر مین مٹا کے رکھدیا۔ یہی تعصب تھا جو

برابر صدیون تک دور دراز ممالک کے لوگون کو کھینچ کھینچ کے بیت المقدس کی دیوارون کے نیچے لاتا اور قتل کراتا رہا۔ مختصر یہ ہے کہ اگلی جتنے دنیا کو بارونق بنانیوالی تہذیبین تباہ و برباد ہوئی ہین سب اسی تعصب کے ہاتھون تباہ ہوئین۔

آہ۔ افسوس "تعصب" کی ہم تمام خرابیون کو جانتے ہین اور پہر بہی دلکو "تعصب" کی زنگ سے صاف نہین کرتے۔ اگر تم دوسرون سے صاف باطن اور خلوص سے ملو تو ساری دنیا مین بہی ہر دلعزیز رہوگے۔ اور خدا کیساتہہ ساری مخلوق بہی خدا کی تم سے خوش رہیگی۔

یاد رکھو کسی مذہب وملت کا فرمانروا ہوا وس کی فرمانبرداری تمپر فرض ہے۔ ورنہ باوجود دینداری و پابندیٔ مذہب اگر بندگان خدا کو تعصب کے نشہ مین آکر ستاؤگے تو خدا تم سے کبہی خوش نہوگا۔ اور نہ تمہاری پرہیزگاری کچہہ کام آئیگی خدا کے لئے جامۂ تعصب کو اپنے بدن سے اوتارو۔ دنیا ودین کو غارت اور تمہین اپنی آگ مین جلانے اور نیست ونابود کرنے کے لئے تعصب سے بڑہکر کوئی دوسری چیز نہین ہے۔ جب تم "تعصب" کو اپنے دل سے نکالوگے بخدا تمہین اپنے جینے کا مزا آجائیگا۔

(۱۳) — "غفلت"

خدا کو کیون بہولے۔ مذہب کو کیون خیرباد کہا۔ غفلت سے
جنت ہاتہہ سے کیون گئی۔ دوزخ کے ایندہن کیون بنے۔ "
سلطنت ہاتہہ سے کیون گئی۔ دشمن کی قبضہ مین کیون آئے "
علم کیون نہ حاصل کیا۔ جاہل کیون رہے۔ "

نوکری کیون گئی۔ کام مین کیون نہ دل لگایا — غفلت سے
تندرستی کیون خراب ہوئی۔ بیمار کیون پڑے — 〃 〃
دوست کیون چھوٹے۔ رسم الفت کیون گم ہوئی — 〃 〃
استاد نے کیون مارا۔ سبق کیون بھولے — 〃 〃
راندۂ درگاہ کیون بنے۔ باپنے عاق کیون کیا — 〃 〃
دولت کیون خرچ ہوئی۔ مفلسی کیون آئی — 〃 〃
زور سے کیون دوڑے۔ ٹھوکر کیون لگی — 〃 〃
ایک کے چار کیون دیئے۔ قرض کیون کیا — 〃 〃
کیون اسقدر کما گئے۔ دردشکم سے مجبور کیون ہوئے — 〃 〃
تمنے بری بات کیون منہ سے نکالی۔ شرمندہ کیون ہوئے — 〃 〃
چوری تمنے کیون کی۔ سزا کیون ہوئی۔ — 〃 〃
دشمن کو کیون کمزور جانا۔ بچہ افعی کو کیون بچہ جانا — 〃 〃

آہ اے "غفلت" خراب خستہ ذلیل ورسوا نہ تجھپہ مرتے نہ ایسے ہوتے۔ تیرے ساتھ رہنے کا مجھے پھل کیا ملا۔ یہی کہ نہ دین کے رہے نہ دنیا کے۔ خدا کے لئے تو میرا ساتھ چھوڑ۔ مجھ سے الگ ہو۔ مجھے تیری ضرورت نہین ہے۔ تو اور کہین جا۔ جو تیرے سایہ تلے سے بھی گذر گیا راندۂ درگاہ ہوگیا۔

مگر نہین نہین اے "غفلت" یہ بھی میری غفلت ہے ورنہ تیری خطا کیا۔ تیرا قصور کیا۔ تجھے ناحق ہی ہمنے مورد الزام ٹھہرایا۔ اے غفلت تو بذات خود کوئی شے نہین ہے اور نہ تیری کوئی وجود ہے۔ نہ کوئی ہستی ہے۔ ہے تو تو کچھ بھی نہین۔ مگر آخرش تیرے نام سے لوگ بیزار کیون

ہین۔ سچ بتا اے "غفلت" تو ہے کیا چیز۔ کس درخت کی شاخ ہے کہ لوگ تیرے سایہ سے رم کرتے ہین۔

ہان ہان اے "غفلت" اب تجھے سمجھا۔ اب تجھے پہچانا۔ اور اب تجھے جانا۔ ارے تو تو ہمارے ہزارون فعل مین سے ایک فعل ہے ہمنے خود تیرا نام غفلت رکھا۔ ہمنے خود تیری ایک مجسم صورت قایم کی۔ اور خود ہی تجھکو بدنام بھی کرنے لگے۔

مگر اے "غفلت" اس سے تیرا کیا بگڑتا ہے۔ کیونکہ ہم تیرے شاکی نہین ہین بلکہ زیر پردہ ہمنے اپنے منہ سے اپنی شکایت خود شروع کی ہے۔

اے "غفلت" تو بیوفا نہین بلکہ باوفا ہے۔ جسوقت تجھے یاد کیا تو فوراً حاضر ہوئی۔ اور ذرا بھی گرم لگا ہون سے تجھے دیکھا اور فوراً تو کافور ہوئی۔ یہ بھی ہماری "غفلت" ہے ورنہ تیرا کوئی قصور ہے۔ اور نہ کوئی خطا۔ خطاوار ہین تو ہم ہین گنہگار ہین تو ہم ہین۔ خدا نیک سمجھ ہمین دے۔ اور ہم اپنے اچھے برے فعل مین تمیز کرین۔ اور بس۔

(۱۴۲)۔ لوگ کہتے ہین کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے

اگر درحقیقت یہہ صحیح ہے کہ اچھی اور بری ہوا کا اثر جدا گانہ ہے "ہوا" ہی کی خرابی سے ہر قسم کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ وبائی عارضے مثل ہیضہ طاعون وغیرہ وغیرہ ناقص ہوا کی تاثیر سے ہوا کرتے ہین بخیال تبدیل آب وہوا ہی مریض کو لوگ دوسرے ملکون مین لیجایا کرتے ہین تو پھر اسکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ہے کہ ہم اسکے کیون نہ قائل ہون

که اچھی اور بُری صُحبت کا اثر بھی ہمپر ہوتا ہے۔ اور ضرور ہوتا ہے۔
اگر غور سے دیکھا جائے تو فی الواقع "صُحبت" مین خداوند کریم نے
ایک خاص مقناطیسی اثر بخشا ہے۔ ایک پرہیزگار شرابخوار کی صحبت
مین رہکر کیا اسکی امید رکھہ سکتا ہے کہ ہم بدنام نہون۔ اور کبھی شرابخوار
نہ کہے جائین۔

مشاہدہ کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہین ہے۔ جبکہ ہم روزمرہ
اپنی روزمرہ اپنی آنکہون سے دیکھتے ہین۔ کہ ہزارون کی سزا صرف اس
جرم پر ہورہی ہے کہ اسکی صحبت اچھی نہین ہے۔ یہ شرابخوارون جواریون
عیاشون اور بدمعاشون کیساتھ رہا کرتا ہے۔ اسکے چال وچلن قابل
اطمینان نہین ہین۔ اسلئے فقط اس شبہہ پر سزا پانے کا مستحق ہے
اُس کی نسبت شہادتین بھی اسی قسم کی گذرتی ہین کہ یہ شخص بدچلنون
کی صحبت مین رہا کرتا ہے۔ باوجودیکہ سوائے بدچلن کے صحبت مین
رہنے کے کوئی اسکی بدچلنی بھی ثابت نہین ہوتی ہے۔ پہر بھی وہ
سزایاب ہو ہی جاتا ہے۔ بدمعاشون کے دفتر مین اوس کا نامہ لکھہ لیا جاتا
ہے۔ اگر بغیر اطلاع کے وہ کہین گیا تو غضب ہوگیا۔ تمام تہانون سے اُسکی
تحقیقات کیجاتی ہے۔ غرضکہ بلا اجازت وہ پولیس کے اپنی جگہہ سے ہل بھی
نہین سکتا ہے۔ ہر طرح سے اوس کی مٹی پلید ہوجاتی ہے وہ شک کی
نظرون سے دیکھا جاتا ہے۔ کہین چوری ہو تلاشی اسکے گہر کی لیجاتی ہے
کہین کوئی وقوعہ ہو۔

بخلاف اسکے ہزارون بدچلن ایسے بھی ہین جو اچھے لوگون کی
صحبت مین بھی رہا کرتے ہین جسکی وجہہ سے ہزارون جرمون سے اُن کی

ربائی ہوجاتی ہے۔ وہی نیک چلن لوگ اون کی نیک چلنی کے گواہ ہوتے
ہین۔ اور رفتہ رفتہ وہی بدچلن صرف نیک چلنون کی صحبت کیوجہ سے خود
بھی نیک چلن مشہور ہوجاتا ہے۔ اور جو اسکے قبل اسکو نفرت کی نگاہ سے
دیکھتے تھے وہی اوس کی قدر کرنے لگے۔

واقعون پر غور کرنے سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحبت کا اثر
ضرور ہوتا ہے۔ پھر اس کی کیا وجہہ ہے کہ تم اچھی صحبت مین نہ بیٹھو۔ اچھے
لوگون سے نہ ملو۔ برون سے ملنے مین تم کو عار ہو۔ کیا تمنے پڑہا نہین تو
سُنا بھی نہین ہے کہ

سگِ اصحاب کہف روزِ چند　　پئے نیکان گرفت مردم شد

کیا اب بھی تم صحبت کے اثر کے قایل نہو گے۔ خدا کیلئے برون کی
صحبت سے پرہیز کرو۔ اگر تم اچھون کیساتھ رہے تو یاد رکھو جیسے اچھی
ہوا مریض کو شفا دیتی ہے۔ اور اسیطرح اچھی اور نیک صحبت تمھین ایک
دن ہمہ صفت موصوف بنا دیگی۔ اور پھر تمھاری صحبت مین لوگون کو فخر حاصل
ہوگا۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی نذرون مین تمھاری عزت ہوگی۔ لوگ تمھاری قدر
کرین گے۔ تمھارے غائبانہ لوگ تمھارے مداح ہونگے۔ ہزارون کام
تمھارے صرف اچھی صحبت کیوجہ سے انجام پائین گے۔ لاکھون مشکلین
تمھاری صرف نیک صحبت کیوجہ سے حل ہوجائینگی۔ خدا کیلئے آنکھین کھولو
اور کانون سے غفلت کی روئی نکالو۔ اور حضرت سعدی کی اس حکایت کو
غور سے سُنو۔ گلستان مین حضرت سعدی نے ایک حکایت لکھی ہے جو
آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ
ایک بادشاہ کے یہان ایک قافلہ چورون کا گرفتار ہوکر آیا۔ اون چورون

مین ایک حسین خوبصورت لڑکا بھی تہا۔ بادشاہ نے سبھون کے قتل کا حکم
صادر فرمایا۔ وزیر جونکہ لاولد تھا اُس نے بادشاہ سے دست بستہ کہا کہ
یہہ لڑکا ہمین عنایت ہوتا کہ ہم اپنی لاولدی کے داغ کو مٹائین۔ بادشاہ
نے وزیر کو بہت سمجھایا کہ اگرچہ یہہ لڑکا حسین اور طرحدار ہے۔ صورت
اس کی ضرور اچھی ہے مگر سیرت اسکی اچھی نہین ہے۔ اس کی پرورش
برون کے ہاتھہ سے ہوئی۔ ابتک یہہ برون کی صحبت مین ہے۔ غیر
ممکن ہے کہ یہہ وفادار ہو۔ کہاری زمین کچھہ اوپجا نہین سکتی۔ گنڈے
سے گنّے کا مزا نہین آسکتا۔ عام لکڑاون سے عود کی بو نہین آسکتی
تم لاکھہ اسکو تعلیم دو مگر اب اسکی بری عادت نہین جانیوالی ہے۔ برائی اس
کے رگ و ریشہ مین سرایت کر گئی ہے۔ نااہل کو تعلیم دینا گویا گیند کو گنبد
پر پھینکنا ہے۔ اور اس کی امید رکھنا ہے کہ گیند گنبد پر ٹھر جائے۔ اے
وزیر تو میری بات مان۔ آگ کو بجھادینا اور چنگاری کو چھوڑ دینا سانپ
کو ماردینا اور اُسکے بچہ کو چھوڑ دینا عقلمندون کا کام نہین ہے۔ کیا
تو نے سُنا نہین کہ ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود   گرچہ با آدمی بزرگ شود

مگر وزیر نے نہ مانا۔ اور اوس لڑکے کو بیٹا بنا کر اپنے گھر لایا۔
باوجودیکہ اوس لڑکے کو یہہ معلوم تہا کہ وزیر کے منقولہ اور غیر منقولہ جائداد
کے ہم مالک اور وارث اب ہوئے۔ مگر بُری صحبت کا اثر اُسکے دماغ
سے نکلا نہ تھا۔ وہ محسن کشی پر آمادہ ہوگیا۔ وہ اس فکر مین ہوا کہ وزیر
کو کسی صورت سے قتل کر کے مال و اسباب لیچلنا چاہئیے۔ آخر ش اُسکا
پیچہ چل گیا۔ ایک روز موقعہ پاکر وزیر کو قتل کر ڈالا۔ اور جو کچھہ وہ لیجا سکا

اپنے شامل لیگیا۔ بادشاہ کف افسوس ملکر رہ گیا۔ دیکھو یہہ بُری صحبت کا نتیجہ ہے۔ جسنے محسن کش ایسے ناقابل عفو جرم کا مرتکب اُسے بنادیا۔

گلستان کے دیباچہ ہی مین حضرت سعدی نے چند اشعار لکھے ہین جو قابل لوح دل پر کندہ کرنے کے ہین۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ولیکن مدتے باگُل نشینم
جمالِ ہمنشین در من اثر کرد وگرنہ منکہ آن خاکم کہ ہستم

کیا اس سے بھی اچھا سبق تم کو ملسکتا ہے۔ سوچو اور غور کرو۔

(۱۵) — "آب"

یہ کون نہین جانتا ہے کہ "آب" پانی کو کہتے ہین۔ مگر اس "آب" کے اندر سیکڑون راز سربستہ ہین۔ اور ہر ایک رکن زندگی ہے۔

اے "آب" جس چاہ مین تو موجود نہو اُسکی چاہ ہی کم نہین ہوتی ہے۔ بلکہ وہ خود "اندھا" کہا جاتا ہے۔ اور اُسکی کور باطنی کا حضرت انسان پر یہہ اثر پڑتا ہے کہ پیک خیال کو اپنے سطح زمین سے عملی صورت مین ننوا فٹ نیچے لیجاتے ہین۔ اور جبتک تیری موہنی صورت لہراتی ہوئی نظر نہین آتی ہے۔ اونکو ایک بیکلی سی رہتی ہے۔

اے "آب" قدرت نے تجھے وہ طاقت بخشی ہے کہ جسکے بیان سے زبان قاصر ہے۔ تجھے رکن زندگی ہی نہین بلکہ رکن دنیا کہنا بجا ہے۔ اے "آب" تجھے باران رحمت کہین یا نمونہ قدرت الٰہی۔ تو اگر دریا دلی کو راہ نہ

دے۔ تیرا فیض نہو۔ تیرا کرم نہو۔ اور اگر تو آسمان سے اپنے کو زمین پر نہ گراوے۔ یعنی اگر تو نہ برسے تو مجہے اپنی زندگی کے لالے پڑجائین۔ نہ درخت سرسبز بار آور نظر آئے۔ نہ زمین پر سبزہ اگے۔ نہ ہم کوئی غلہ اوپجا سکین غلہ تو غلہ ہی ہے۔ پہل پہول شجر حجر نباتات جمادات کوئی ایسی شے دنیا کی نہین ہے جسپر تیرا احسان نہو۔

اے آب' ہم تیری کن کن گنونکو گائین۔ اور ہم تیری کن کن لفظون مین تعریف کرین۔ سمندر مین اگر تو نہو تو پہر کوئی دریا نظر آئے نہ جہیل نہ تالاب۔ تیری پشت پر ہم جنگی سامان لیکر چلین۔ برسون کی راہ ہفتون مین طے کرین۔ تجارت کی ترقی تیرے دم سے۔ انسان کی زندگی تیرے کرم سے۔

نحیف وناتوان انسان تیرے اور صرف تیری مدد سے سیکڑون من کی چیز کہینچ بہ آسانی پار کردے۔ جسکو خشکی مین دس بیس آدمی بہی ملکر نہ اٹھا سکین۔ اور اگر کہین تجہے ذرا سا جلال آگیا تو تیرے ایک تہپیڑ سے کرورون من کا جہاز پاش پاش ہوجاتا ہے۔ تختہ تختہ جُدا ہوجاتا ہے۔ مگر کسی زبردست طاقت کی مجال نہین ہے کہ جہاز کو تیرے تہپیڑے سے بچا سکے۔ اللہ رے تیری طاقت۔

طاقت تو تیری ایسی مگر عاجزی اور انکساری تیری ایسی کہ سبحان اللہ ناپاک سے ناپاک جگہہ کو پاک کرکے خود ناپاک ہوجائے۔

اے آب' موتی کی قدر صرف تیری وجہہ سے ہے۔ جس موتی مین تو نہین وہ موتی نہین۔ عینک کی قیمت بڑہنے گھٹنے کا باعث تو ہی ہے۔ تلوار کی کاٹ کو تو ہی بڑہاتا ہے۔ تیرے ایک ہی قطرے سے

بس لوچن اور گاؤلوچن اور تیرے ایک ہی قطرہ سے موتی پیدا ہوتا ہے جس انسان مین آب نہین وہ انسان ہی نہین۔ تیرے نہ رہنے سے بے شرم بے حیا بے عزت بے ایمان دغا باز مکار فریبی ریاکار زناکار کے ذلیل خطاب کا مستحق ہوجاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تجھی کو آبرو۔ تجھی کو جلا۔ اور تجھی کو قلعی کہتے ہین۔

مختصر یہ ہے کہ اگر پانی نہ رہا تو پھر لطف زندگانی نہ رہا۔ بس خدا ہی پانی رکھے۔ ورنہ پانی ڈھل جانے پر انسان بغیر جوہر بغیر آبرو یا بغیر تلوار کے میان کے مانند رہ جاتا ہے۔

بس کوشش کرو جس مین پانی رہجائے۔ ورنہ زندگی ہی بیکار نہین ہے۔ بلکہ تمہارا عالم وجود مین آنا بھی بیکار ہوجائیگا۔ اور اشرف المخلوقات کا پاک خطاب جو تمہین احکم الحاکمین نے دیا ہے مفت مین چھن جائے گا۔

(۱۶) - "شمع"

اے بزم طرب مین آٹھ آٹھ آنسو رونیوالی۔ اے آپکو جلاکر غیر کو خوش کرنے والی۔ اے سوز درون سے پگھل پگھلکر فنا ہونیوالی دلگیر شمع تجھے اپنے سوز و گداز کی قسم سچ بتا کہ تیری کیا حالت ہے۔ دیکھہ بزم طرب مین کیسی چہل پہل ہے۔ یاران انجمن فرط مسرت سے شگفتہ اور پھولے بیٹھے ہین۔ ہر طرف عیش کا سامان ہے۔ یہہ سب کچھہ ہے۔ آخرش تو کیون مرقعۂ عبرت بنی ہوئی ہے۔ کیون زرد چہرہ پر گرم گرم آنسو ڈھل رہے ہین۔ آخرش کس کے غم مین تو نڈھال ہو

رہی ہے۔ سچ تبلا تیرا حال کیا ہے۔ روتی ہی ہے۔ جلتی ہی ہے۔ مگر اللہ رے ضبط نہ تیری آواز کسی کے کانون مین آتی ہے۔ نہ تیرے جلنے کی ناگوار بو بھی دماغ کو پراگندہ کرتی ہے۔ سچ تبلا بات کیا ہے۔ کیون تو اسقدر زار و نزار ہے۔ کیا اِس بہری محفل مین یا مجمع حسینان مین کوئی تیرا غمگسار ہی نہین ہے۔

اے دلگیر "شمع" کوئی نہ سہی ہم تو موجود ہین۔ تجھے اوسکی قسم جسکے لئے تو جل رہی ہے۔ تبلا دے اگر یہ خوشی کا جلنا ہے تو پہر رونا کیا اور اگر تو غم مین جلتی ہے تو کس پردہ نشین کا غم ہے کہ تیری آواز تک لوگون اکو سنائی نہین دیتی ہے۔ ہان ہان تبا کس جرم پر تیری یہ سزا تجویز ہوئی ہے یا کسی انعام کے صلہ مین یہہ جلنا نصیب ہوا۔

(جواب شمع) میرے ہمدرد۔ مین اپنی حالت زار تم سے کیا بیان کرون۔ میری درد بہری کہانی سنکر کیا کروگے۔ کیون اپنے اچھے دل کو مغموم بنانا چاہتے ہو۔ مگر نہین نہین۔ میرے غمخوار تمہین کچہ ضرور اپنی بیتی سناؤنگی لو سنو۔

مین جلتی اس خوشی مین کہ اگرچہ مین کسی قابل نہین ہون۔ مگر شکر ہے کہ صرف تنہا مین جلی مگر دوست دشمن ادنیٰ اعلیٰ امیر و غریب سب میرے ذرا سے جلنے سے مستفید ہوئے۔ اور مجھے مجمع حسینان مین یا بزم درویشان ہی مین نہین بلکہ ہر قسم کے جلسہ مین جگہہ ملی۔ اور مین سبکی محرم راز بنی۔ تمہین تبلاؤ یہہ "محرم راز" کا قابل قدر خطاب اگر مین دوسرون کے لئے نہ جلتی تو کیونکر پاتی۔ اور کس طرح منور کہلاتی۔ میرے پرسان حال۔ کیا تمنے سنا نہین کہ

جب ملے خاک مین دانہ تو شگوفہ نکلے۔

آہ اب رونے کی نہ پوچھو۔ مین روتی ہون اپنی قلیل عمر پر۔ ہر شام کو میری پیدائش کی خوشی منائی جاتی ہے۔ اور ہر صبح کو میری پرحسرت لاش اور میرا پرارمان جنازہ اوٹھایا جاتا ہے۔ اور کوئی یہ بھی نہین پوچھتا ہے کہ کیا یہہ وہی "دلگیر شمع" ہے جو اپنے چہرے کی چمک اور دمک سے محفلون کو منور کئے ہوئے تھی۔ اسوقت بے گور و کفن دفنائی جارہی ہے۔ رات پتنگے اپنی جان قربان کر رہے تھے۔ اسوقت جنازہ پر کوئی دو آنسو بہانیوالا نہین ہے۔

بس اے میرے شفیق حال تمنے میری مختصر مگر سچی سرگذشت سنی۔ بس "دنیا" اسی کا نام ہے۔ اور یہی "زندگی" ہے۔ عقلمند کس بات پر خوش ہون۔ اور کس بات پر ناز کرین۔ اگراب بھی تم میرے قصہ سے سبق نہ لو اور تمہین عبرت نہو۔ تو تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ بس یہہ رباعی حسب حال ہی

رباعی

دنیائے دنی کو جو کوئی فانی سمجھے | اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے
دریائے حقیقت کو وہی جاوے تیر | جو مثلِ حباب زندگانی سمجھے

دو روزہ حسنِ گل پر بلبلِ ناداں نہ بھول اتنا | بقا ایک ذات باری کو ہی ورنہ جو ہی فانی ہے

(۱۷) "اَلکریم اذا وعدہ وفا"

یون تو عالم وجود مین آنیکے قبل ہی ہم "وعدہ" کے اسٹیج پر کھڑے کردے گئے۔ روزِ ازل ہی مین ہم سے اور ہمارے خدا سے "وعدے" ہو چکے اور وُعدہ کی بنا اوسیوقت سے قایم ہو گئی۔ وُعدہ کے مطابق صانع مطلق

نے مجھے رحم مادر مین پہونچایا۔ اور "وعدہ" ہی کے مطابق اوس تنگ و تاریک
کوٹھری مین ہماری پرورش کرتا رہا۔ "وعدہ" ہی کے مطابق ایک وقت معینہ
پر رحم مادر سے آغوش مادر مین لایا۔ اور "وعدہ" ہی کے مطابق والدین کو
میرے میری الفت دی اور شیر مادر میری غذا ٹھہرائی۔ وعدہ ہی کے مطابق
میری دن دن عمر بڑہنے لگی۔ اور حسب "وعدہ" میری غذا بدلتی گئی۔ ہم رفتہ
رفتہ سن شعور کو پہونچنے لگے۔ اور "وعدہ" ہی پر میری زبان کہلنے لگی۔
"وعدہ" ہی کے بنا پر ہم معلم کے سپرد کئے گئے۔ اور "وعدہ" ہی کی
ضمانت پر ہمنے محنت کی۔ اور اوس علم کو جس کی تعلیم ہوتی تھی حاصل کیا۔
"وعدہ" ہی کے بہروسہ پر کلھہ ہمنے کسی سررشتہ مین دفتر امیدواران مین
نام لکھوایا تھا۔ اور "وعدہ" ہی کے سہارے پر آج ہم کسی اعلیٰ درجہ پر ممتاز
ہوگئے۔ اور یہہ "وعدہ" ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم پنشن لیکر گھر بہ عافیت
و آرام بیٹھے ہین۔

"وعدہ" ہی پر صبح سے شام تک ہمنے مزدوری کی۔ اور "وعدہ"
ہی کے مطابق اجرت لیکر ہم اپنے گھر پہونچے۔

"وعدہ" ہی کے اعتبار پر کسی کی لڑکی سے میری شادی ہوئی۔ اور
"وعدہ" کے مطابق دین مہر کی ادا کاری ہمپر واجب ہوئی۔ "وعدہ" ہی کی
حیثیت پر کسی نے ہم کو قرض دیا۔ اور "وعدہ" ہی کے قانون سے ایک کے
چار ہمین دینا پڑے۔ "وعدہ" ہی کے بنا پر ہم قابل انعام اور "وعدہ" ہی کے
قانون سے ہم قابل سزا ٹہیرے۔ "وعدہ" ہی پر ہم نے ریل جہاز وغیرہ کا
ٹکٹ خریدا۔ اور "وعدہ" ہی پر اوسنے ہمین منزل مقصود تک پہونچا دیا۔
"وعدہ" ہی کے بدولت ہم نے کسیکو نقصان اور "وعدہ" ہی کے رشتہ سے

کسی کو نفع پہونچا۔ وعدہ ہی کے بنا پر ارکان صبح ہم پر فرض اور خیرات زکوٰۃ ہم پر واجب ہوئے۔ "وعدہ" ہی کے بدولت فرہاد نے پہاڑ ڈہایا۔ اور "وعدہ" ہی کے باعث کسی مردہ تن مین دوبارہ جان آئی۔ یہہ کسی کا پانی سے "وعدہ" ہی ہے تشنہ لبون کی پیاس اور جلتی ہوئی آگ کو بجھائیگا۔ یہہ "وعدہ" ہی کا کرشمہ ہے کہ آگ عمدہ سے عمدہ کہانا بہی پکاتی ہے۔ جاڑے کے موسم مین عافیت بہی پہونچاتی ہے۔ اور گاہے بستی کی بستی جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ "وعدہ" ہی کی زمین پر دوزخ کے مکانات بنے ہین۔ اور "وعدہ" ہی کے بنیاد پر جنت کی عمارت بنی ہے۔ "وعدہ" ہی خوشی بھی ہے۔ غم بہی ہے۔ اور "وعدہ" ہی پر زندگی بہی ہے موت بہی ہے۔ غرضکہ "وعدہ" ہی کے مستحکم بنا پر دینی و دنیوی ترقی اور تنزلی کا دار و مدار ہے۔ "وعدہ" ہی کے صداقت پر ہمارا بیڑا پار ہے۔

حتے الوسع کسی سے "وعدہ" نکرو۔ اور اگر کرو تو ایفائے "وعدہ" کا بھی خیال رکھو۔ "وعدہ" کرنے سے کہین بہتر ہے کہ اوس کام کو ہی کر دو۔ بہر کیف صادق الاقرار اور صادق الوعدہ کا خطاب حاصل کرو۔ اور "الکریم اذا وعدہ وفا" کے سبق کو نہ بہولو۔ ورنہ یاد رکہو "وعدہ" خلافی تمہین دونون جہان سے کہو دیگی۔ اور تم کہین کے نہ رہو گے۔

(۱۸)۔ "بکار آمد باتین"

وہ دشمن نہین ہے جو تمہارے عیبون کو تم پر ظاہر کرے۔

وہ دوست نہین ہے جو تمہارے عیب کو تم سے پوشیدہ رکھے اور دوسرون سے ظاہر کرے۔

خوشی مین آکر تم اپنی مصیبت کے زمانہ کو نہ بہول جاؤ۔

میوہ دار درخت کی شاخین نیچے جہک جاتی ہین۔

کمزور کو زیادہ غصہ ہوتا ہے۔

دشمن بار بار قبضہ مین نہین آتا ہے۔

اچھی نوکری ہمیشہ نہین ملتی ہے۔

دولت پلٹ آتی ہے۔ مگر وقت نہین پلٹ آتا ہے۔

مریض کی پائینتی بیٹھکر رونے سے کہین بہتر ہے۔ کہ اوسکے علاج مین کوشش کرو

قرض اگر لو تو اوسکے ادا کرنیکا سامان پہلے سوچ لو۔

علاج سے زیادہ پرہیز کا خیال رکھو۔

اپنا مددگار اپنے کو بناؤ۔

اپنی قدر خود کرو۔ ورنہ دوسرون سے قدر کی امید نہ رکھو۔

جسے تم تسخیر سمجھتے ہو وہ درحقیقت اخلاق ہے۔

جسے تم اکسیر سمجھتے ہو وہ فی الحقیقت خاکساری ہے۔

جیسی شکل ہوگی ویسی ہی آئینہ مین بہی نظر آئیگی

اچھی صورت سے اچھی سیرت کہین اچھی ہوتی ہے۔

باپ کی قدر بغیر باپ کہلائے معلوم نہین ہوسکتی۔

خودغرضی کا نام اخلاق نہین ہے۔

عطر کی اچھائی کو اوسکی خوشبو ہی ظاہر کرتی ہے۔

اپنی تعریف اپنے منہ سے کرنا دلیل حماقت ہے۔

بحث کے وقت غصہ کو نزدیک مت آنے دو۔

نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔

عوض سے بخشش خوب ہے۔
نہ اپنے احسانات یاد رکھو۔ نہ دوسرون کے سلوک کو بھولو۔
جنگ سے صلح بہتر ہے۔
منہ سے تم سیرون چاول کھا سکتے ہو مگر ناک سے ایک بھی نہین۔
وہ جب اپنی بری عادت کو نہین چھوڑتا ہی تو تم اپنی اچھی عادت کو کیون چھوڑتے ہو
اچھا وہی ہے جو اپنے کو بُرا سمجھے۔
جو کام تم اپنے لئے نہ پسند کرو اورون کے لئے بھی مناسب نہ سمجھو۔
دولتمند ہونے کی ہوس سے ہر دلعزیز بننے کی خواہش اچھّی ہے۔
توانگری روپیہ سے نہین ہے بلکہ دل سے ہے۔
بزرگی عمر پر نہین ہے بلکہ عقل پر ہے۔
جاہلون کا جواب خاموشی سے اچھا تم نہین دیسکتے۔
کوئی خاندان ایسا نہین ہے جسمین امیر وغریب نہوئے ہون۔
شرافت قومیت پر نہین ہے بلکہ اپنی چال پر ہے۔
دانہ خاک مین ملکر پھل لاتا ہے۔
غصہّ کے وقت خاموشی خوب ہے۔
عود کی قدر خوشبو کی وجہ سے ہے ورنہ لکڑی۔
چاہ مشکل نہین ہے نباہ مشکل ہے۔
خدا کا ملنا آسان ہے دوست کا ملنا آسان نہین۔
جواہرات کی شناخت مشکل نہین ہے دوست کی شناخت مشکل ہے
جب کوئی غصہ ہو تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اوسے اپنے آپسے تکرار کرنا پڑیگی
سقراط غصہ کیوقت دھیمی آواز سے بولا کرتا تھا۔

اسے خوب یاد رکھو بعد مردن سوائے کفن کے اور کچھ نہین لیجاؤ گے

کسی کی غیبت نہ کرو ورنہ اعتبار جاتا رہیگا۔

کوئی بات جبتک تمہارے دلمین ہے اوسیوقت تک راز ہے

لوہا لوہے ہی سے کٹتا ہے۔ پتھر سے نہین کٹتا۔

آگ کا جلا پانی سے نہین ٹھنڈا ہوتا ہے بلکہ آگ سے

رعب غرور سے نہین قایم رہتا ہے بلکہ اخلاق سے

جبتک اپنے کو کسیکی حکومت مین نہین رکھوگے دوسرے پر حکومت نہین کرسکوگے

ایسی سخاوت نکرو کہ خود محتاج ہو جاؤ۔

سکو اپنا محرم راز نہ بناؤ۔

مصیبت کے وقت گھبرا نہ جاؤ بلکہ غور کرو کہ کیا کرنا چاہیئے۔

دن دن عمر تمہاری گھٹتی ہے بڑھتی نہین ہے۔

اصل وہی ہے جو اپنی اصالت کو نہ بھولے۔

طاقتور وہی ہے جو اپنے غصہ کو مارے۔

جس کام کو شروع کرو اوسکے نیتجہ کو پہلے سوچ لو۔

پیسہ پیدا کرنے سے خرچ کرنا آسان ہے۔

تیر کمان سے اور بات منہ سے نکلجانے پر کف حسرت ملنا بیکار ہے۔

کفایت شعاری کا نام بخل نہین ہے اور نہ فضول خرچی کا نام سخاوت ہے۔

دوسرون کی عیب جوئی سے اپنے عیب کو دیکھنا اچھا ہے۔

کسی کو حقیر نہ سمجھو ورنہ خود حقیر ہو جاؤ گے۔

ضمانت کرنے سے ضمانت کا روپیہ دیدینا اچھا ہے۔

عالم کی خاموشی اور جاہل کی عبادت برابر ہے۔

حاسد نہ ہو بلکہ محسود بننے کی کوشش کرو۔
اگر تم کسی کے دشمن نہین ہو تو تمہارا بھی کوئی دشمن نہین ہوگا۔
شرکت کا کوئی کام اچھا نہین ہوتا ہے۔
کسی کے بُرا کہنے کو بُرا نہ مانو۔ بلکہ اُس سے ایک نتیجہ پیدا کرو
تمہارے مُنہ پر جو تعریف کرے وہ تمہارا دوست نہین ہے، بلکہ خوشامدی ہے
سچائی ہر مشکل کو آسان کرتی ہے۔
ایسے سچ سے پرہیز کرو جس سچ سے فتنہ وفساد برپا ہونیکا احتمال ہو۔
ایسی بات کا وعدہ نکرو جو تم سے غیر ممکن ہو۔
آرام طلبی سے محنت کی عادت اچھی ہے۔
کسی کے مرنے پر خوش نہو کیونکہ تمہین بھی مرنا ہے۔
چادر سے زیادہ پیر پھیلانے پر تکلیف ہوتی ہے۔

"بچون کی تعلیم"

بہت ضروری یہ امر ہے کہ بچون کی تعلیم سے پہلے یہ بات ملحوظ رہے کہ اونکا میلان طبیعت کس جانب ہے۔ جس ہنر کی طرف یا پڑھنے کے جانب اون کی رغبت دیکھین ویسا ہی علم وفن اونکو سکھائین۔ بچون کی طبیعت کی مناسبت سے وہ کام سہل ہوجاتا ہے۔ اور جلد آتا ہے۔ بچون سے کام تھوڑا لینا چاہیئے۔ تاکہ طبیعت اون کی کام سے گھبرائے نہین۔ اور شروع ہی سے اونہین کام کا شوق دلایا جائے۔ اور محنت کا عادی بنایا جائے اور کوئی کام اوس موقعہ پر اُن سے نہ لیا جائے کہ اُس کا کرنا اون کو شاق ہو۔

"نیند آجانیکی سہل ترکیب"

چراغ بجھادو۔ پلنگ پر پیٹ کے بل ہاتھ پاؤن ڈھیلے کرکے لیٹ رہو ہر قسم کے خیالات کو دفع کرکے ایسے شخص کا تصور کرو جو نہایت آرام سے سو رہا ہو۔ ذرا دیر کے بعد غنودگی طاری ہوگی اور نیند آجائیگی۔ بہتر سونے کا طریقہ یہ ہے کہ سرہانے کے نسبت پائینتی بلند رہے۔ یعنی سر نیچا رہے۔ ایسا کرنے سے دوران خون دماغ کی طرف زیادہ ہوگا۔ اور دماغ جو کچھ دن بھر کی محنتون سے تحلیل ہوا ہے اسکا کافی بدل حاصل کرسکے گا۔ یہہ طریقہ بہت سے دماغی امراض کو نافع ہوتا ہے۔ اور غشی کا تو خاص علاج ہے۔ کہ مریض کے سر کو ایسی حالت مین نیچا رکھین۔ اور پاؤن اونچے رکھین۔

(۱۹) - "ذخیرۂ معلومات"

"زلزلہ کی حقیقت"

(از کتب متفرق)

اہل فلسفہ کے نزدیک یہہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ زیر زمین گندھک اور شورے کا مادہ کثرت سے موجود ہے۔ جب زمین اندرونی اس مادہ کو مشتعل کرتی ہے تو یہہ مادہ بخارات کی صورت مین اندر ہی اندر کسی سمت کو چل نکلتا ہے۔ اور اپنی گذرگاہون کے حصۂ ارضی کو اپنی عظیم طاقت سے متحرک کرتا ہے۔ اور جب زمین کو شق کرکے باہر نکلتا ہے توپ کی سی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور وہان بڑے بڑے غار پیدا ہوجاتے ہین۔ اس مین سے بھاپ اور شعلے نکلتے ہین۔ اور جہان کوہ آتش فشان زیادہ ہوتے ہین وہین زلزلے بکثرت آتے ہین۔ اور زمین پر زلزلے جسطرح

آتے ہین اوسیطرح سمندر مین بھی آتے ہین۔ تمام پانی مین تلاطم ہوجاتا ہے۔ جسکے صدمے سے جہاز ٹکراجاتے ہین۔ موسمِ سرما مین زلزلہ زیادہ آتا ہے۔ اور موسمِ گرما مین کم۔

ملک چین مین ایک دفعہ عظیم زلزلہ آیا تھا۔ جس کے اثر سے زمین پر قریب تین سو ۳۰۰ میل کے غار پیدا ہوگیا تھا۔ ملک جاپان ہمیشہ سے زلزلون کا مرکز ہے۔ ۱۸۸۵ء سے ۱۸۹۲ء تک ۸۳۳۱ زلزلے آئے۔ اسی وجہ سے اہل جاپان نے کوشش کرکے ایسے آلات طیار کئے جسکی وجہ سے زلزلون کے آنیکا صرف وقت ہی نہین دریافت کرسکتے ہین بلکہ اون آلات کے ذریعہ سے اسطرح کے مکانات بنا سکتے ہین جنپر زلزلے کا اثر مطلق نہین ہوسکتا ہی۔ عموماً ایک سکنڈ سے لیکر ایک منٹ تک چھوٹے چھوٹے زلزلے اور دو تین منٹ تک بڑے زلزلے قایم رہ سکتے ہین۔

اپنے اصلی جگہہ سے زلزلہ دور دور پہونچتا ہے۔ چنانچہ برطانیہ اعظم مین سالانہ ایکہزار سے زیادہ زلزلے آیا کرتے ہین۔ اہل فلسفہ کے نزدیک یہہ بات وثوق کے ساتھہ پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ وہ زلزلے اُسی مقام سے نہین پیدا ہوتے ہین۔

"بکاؤلی اور اوسکے پھول کے متعلق دلچسپ تحقیقات"

موضع "امرکنٹک" ہندون کا بڑا تیرتھہ گاہ ہے۔ اور دریائے "نربدا" کا دہانہ ہے۔ اسکے مغرب اور شمال مین ریاست "ریوان" کی عملداری ہے اسمین پانچسو ۵۰۰ پوجاریون کی آبادی ہے۔ "امرکنٹک" کے قریب "نربدا" کے نکاسی سے دو میل جانب مشرق "سون ندی" انگریزی علاقے مین گرتی ہے۔ وہان سے چکر لگاکر اور پھر ریاست مین داخل ہوکر دریائے "گنگا"

مین شامل ہوگئی ہے۔

اِسی ندی مین "مونڈا" کے قریب ایک بہت بڑا جنگل ہے۔ جسمین ہزاروں قسم کے خوشبودار پہول ہین۔ اس جنگل کو لوگ "بکاولی کا باغ" کہتے ہین۔ اِس جنگل مین ایک درخت ہے جسکا نام "بکاولی" ہے۔ پہول زرد رنگ کا نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ بطور چڑہاوے کے "نربدا" مین چڑہایا جاتا ہے۔ اِسکے پہول کے نسبت لوگون نے تجربہ کرکے لکہا ہے کہ آشوب چشم کیواسطے عمدہ علاج ہے۔ اور پوجاریون کا بیان ہے کہ "گل بکاولی" کو "گہونگچی" کے ہمراہ پیس کر لگانے سے آنکہہ کا جالا دور ہوتا ہے۔ جنگل کا راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کوئی شخص اوس مین دور تک جاکر سیر نہین کرسکتا ہے۔ کیونکہ کثرت سے کانٹے سدّ راہ ہوتے ہین۔ اور "دلدل" اوس پر مستزاد روک موجود ہے۔ اِس جنگل کی آجتک پیمایش نہین ہوسکی۔

"سوزن مریم"

جزیرہ کارسِیَن (ناروے) مین قدیمی چرچ کے متصل ایک منیارہ ۲۵۵ فٹ بلند بنا ہوا ہے۔ جو شاید کسی صدمے کے سبب سے جُہک گیا ہے اسکو وہان کے مقدس پادری "سوزن مریم" کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ اُسکی نسبت وہان والون کا اعتقاد ہے کہ جسوقت وہ گرجائیگا قیامت آجائے گی کبہی کبہی پادری صاحب منیار پر چڑہکر اوسکے گوشون کو تراش دیتے ہین تاکہ وزن کم ہوجانے سے وہ منہدم نہو۔ اور آنے والے قیامت کے زمانے مین اور تاخیر ہوجائے۔

"جاپان پر ستارے کا اثر"

جاپان کے لایق نجومیون نے شاہ جاپان کو قبل جنگ شروع ہونے کے یہہ مشورہ دیا تھا کہ جنگ کیواسطے مبارک موقعہ وہ ہے کہ جب ستارۂ زُحل برج "دلو" سے ہوکر گذرے۔

چنانچہ "زُحل" اس برج مین جب داخل ہوا تب جنگ شروع کی گئی۔ اور نتیجہ روس کے خلاف اور جاپان کے موافق ہوا۔

"جاپانی جنگ کے اصول"

جاپانی افسران فوج ایسے عمدہ طریقے سے اپنی فوج کو لڑاتے ہین کہ غنیم کو اونکی حالات سے پوری آگاہی نہین ہوسکتی ہے۔ خواہ کیسی ہی دوربینین کام مین لائی جائین۔ وہ اپنی کثیر التعداد فوج کو ایسی خوبصورتی کے ساتھہ پوشیدہ پوشیدہ نقل وحرکت مین لاسکتے ہین کہ کسیکو اطلاع نہین ہوسکتی۔ جن پہاڑیون سے وہ گولہ باری کرتے ہین یہہ نہین معلوم ہوسکتا کہ کس مقام پر توپخانہ لگا ہوا ہے۔ صرف توپون کی آواز سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ فلان جگہہ پر یہہ سامان جمع ہے۔

اون کی نقل وحرکات "جغرافیائی" معلومات کی مدد سے ہوتی ہے۔ اون کے گولے مناسب موقعون پر پڑتے ہین۔ اور کبھی رائیگان نہین جاتے۔ اونکی کمک شب کیوقت میدان جنگ مین آتی ہے۔ وہ اپنی فوجون کو اسطرح ترتیب دیتے ہین کہ غیرونکو معلوم ہو کہ کوئی تازہ کمک پہونچی ہے۔ حالانکہ معمولی فوج کے باقاعدہ حملے کے سوا اور کچہہ بھی نہین۔ پیدل کے مورچے ایسے موقعون پر رکھتے ہین کہ

جہان سے اونکو ہر قسم کی امداد اولنسے بہ آسانی ملسکتی ہے۔ زیادہ تعریف کی یہہ بات ہے کہ وہ دشمن کے کمزور مقامات کو دریافت کرنے مین کمال رکھتے ہین۔ اور وہ اسمین کبھی خطا نہین کرتے۔

"اہل جاپان کی ترقیان"

باقاعدہ "کافور" کے درختون کی کاشت۔ اُسکے ذریعہ سے بے دہوئین کا بارود طیار کرنا سوائے اہل جاپان کے کسی اور کو یہہ ترکیب اتبک معلوم نہین ہوئی۔ اس بارود مین خوبی تو یہہ ہے کہ نہ ہتھوڑے کی چوٹ سے مشتعل ہوتی ہے۔ نہ بندوق کی گرم گولی اسے بھڑکا سکتی ہے۔ اگر اتفاقیہ کہین اس مین اگ لگجائے تو مثل روغن تارپین کے جلنے لگتی ہے۔ اور پانی سے فورًا بجھہ جاتی ہے۔

پانی کے اندر سرنگ کی ایجاد بھی جاپانیون سے ہے۔ یہہ پانی کی گہرائی مین ہر مقام پر قایم ہوسکتی ہے۔ اور بڑے بڑے جہازون کو غرق کرنے کی طاقت اس مین موجود ہے۔ چنانچہ مشہور جنگی جہاز زار روس کا اسی حیرت انگیز ایجاد کی نذر ہوا۔

سُرنگین اوڑانیکا فیتلہ جو اپنی خوبی مین بالکل لاجواب ہے۔ ایجاد امیر البحر جاپان ہے۔

علم حفظان صحت کوئی ان سے سیکھے۔ میدان جنگ مین ایک فیصدی جاپانی۔ اور دس فیصدی روسی نظر آئے۔

بعض قسم کے کاغذون کی ایجاد جو صرف جاپانیونکا حصہ ہے

علم حیوانات اور علم نباتات کی ترقی ایسی حیرت انگیز ترقی کی ہے

بایدوشاید - پرندون کے جوڑے ملا کر حسب دلخواہ رنگ پیدا کر لینا -
نباتات مین مختلف قسم کی رنگ آمیزیان کرنا - انکے بائین ہاتھہ کا کھیل ہے
چینی کے برتن بنانے مین عمدہ صنعت اور لکڑی پر نقش و نگار
کرنے کا وہ اعلیٰ کمال ہے جسکا جواب دنیا مین کوئی نہین دے سکتا -
سب سے زیادہ جنگی طاقت اور اصول جنگ کے عمل مین لانے
مین اعلیٰ درجہ کی ترقی کی ہے -

"افلاطون"

افلاطون ۴۲۹ قبل حضرت مسیح پیدا ہوا - حکمائے یونان مین اعلیٰ
درجہ کا حکیم مانا گیا ہے - پانچ برس تک سقراط کی شاگردی مین رہا - سقراط
کے قتل ہو جانے پر حکیم فنیثا غورث کی شاگردی مین عرصہ تک رہا -
جزیرۂ "سسلی" کے بادشاہ نے اس کی تعریف سنکر بلوایا - مگر
توحید باری سنکر بادشاہ نے مثل غلامون کے اسکو بیچ ڈالا - تاکہ اس
کی آزادی مین فرق آجائے - مگر یکایک اس کے شاگردون کو خبر ہو گئی -
اسکے شاگرد اس کو خرید کر وطن لائے - اس کی تصانیف سے ۶۱
کتابین ہین - یہہ بہت بڑا حکیم اور فلسفی تہا - اور یونان کا یہہ پہلا شخص
تھا جو حدوث عالم کا قایل ہوا - ۸۱ برس کی عمر مین مرا -

"ارسطو"

"ارسطو" ۳۸۴ قبل حضرت مسیح یونان مین پیدا ہوا - بیس برس
تک افلاطون کی شاگردی مین رہا - حکما کا پیشوا مانا گیا - دنیا مین اسکا

لقب معلم اول ہوا۔ افلاطون کے مرنیکے بعد ۳۷ برس کی عمر میں استاد کا جانشین ہوا۔ سکندر اسی کی شاگردی میں رہکر "سکندر اعظم" کہلایا۔ توحید پرستی ہی کا الزام لگا کر حاسدون نے سکندر اعظم سے اسکو جدا کیا۔ اور کف حسرت ملتے ہوئے اسکو اپنے وطن کو واپس آنا پڑا۔ ۱۲۰ کتابین مختلف علوم کی اسنے تصنیف کی۔ اور ۶۸ برس کی عمر مین قضا کر گیا۔

"اقلیدس"

"حکیم اقلیدس" مصر مین ۲۷۰ء قبل حضرت مسیح پیدا ہوا۔ دنیا مین علم ہندسہ کا ماہر سمجھا گیا۔ اس کی تصانیف مین سب سے زیادہ مشہور کتاب "اقلیدس" ہے۔ جو اسی کے نام سے منسوب ہے۔ جس مین تیرہ ۱۳ مقالے ہین۔ چودھوان پندرھوان مقالہ نام سے "اسقلاس" کے مشہور ہے۔ جو نامور شاگرد رشید حکیم اقلیدس کا تھا۔ سب سے پہلا اسکا ترجمہ یونانی زبان سے عربی مین "حجاج بن یوسف" کوفی نے کیا۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے حضور مین پیش کیا۔

اس کے بعد اور علمائے اسلام نے اسکے ترجمے کئے۔ مسلمانون نے بیشمار "اقلیدس" کی شرحین لکھ ڈالی ہین۔ مثلاً "یزدی" "جوہری" "ماہان" "ابوالوفا" اور "ابو القاسم" وغیرہ وغیر

اسوقت جو اقلیدس کی شرحین رائج ہین۔ وہ سب مسلمانون کی ہین۔ لہذا حکیم اقلیدس کا احسان مسلمانون پر اور مسلمانون کا احسان ساری دنیا پر ہے۔

"امریکہ"

کولمبس "ملک پرتگال" کا رہنے والا بہت بڑا ہنر کی سیاح تھا۔ ایک

مرتبہ اسکا جہاز گمراہ ہوگیا۔ کئی شبانہ روز حیران رہا۔ ایک روز ایک طرف سے طوطونکو آتے دیکھکر جہاز کا رُخ اوسیطرف پھیر دیا۔ رفتہ رفتہ وہ آبادی مین پہونچا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس ملک کو "امریکہ" کہتے ہین۔ اسکے قبل کوئی شخص "امریکہ" کو نہین جانتا تھا۔ یہ واقعہ ۱۴۹۸ء کا ہے۔

سلطنت برطانیہ کی عظمت و وسعت

فی زمانہ روئے زمین پر سلطنت برطانیہ کے جیسی عظیم الشان اور وسیع سلطنت کوئی دوسری نہین ہے۔ اور کوئی اس قدر وسیع اور عظیم سلطنت زمانہ سابق مین بھی نہین تھی۔ اس سلطنت عظیم کا رقبہ ایک کرور چودہ لاکھ مربع میل سے بھی کسی قدر زیادہ ہے۔ تمام دنیا کی آراضی کا ⅕ حصہ اِس سلطنت نے گھیر رکھا ہے۔ اور دنیا کے تمام انسانون سے چوتھائی حصہ آدمی اس سلطنت مین آباد ہین۔

باعتبار وسعت کے اسکے بعد "روس" اور "امریکہ" کی خود مختار ریاستونکا نمبر ہے۔ لیکن وہ سب ایک ایک جگہہ ایک ایک براعظم یا حد درجہ دو براعظمون کے ساتھہ تعلق رکھتے ہین۔ اِن کی سیر کرنے مین پا پیادہ سیاح کو بھی تکلیف نہوگی۔ مگر سلطنت برطانیہ کی ویسی کیفیت نہین ہے۔ وہ دنیا مین چارون طرف اور چارون براعظمون مین خشکی اور تری مین پھیلی ہوئی ہے۔ یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ سلطنت فلان براعظم مین نہین ہے۔ اِسلئے یہ بات بایہ وثوق کو پہونچ چکی ہے کہ کُل سلطنت برطانیہ پر آفتاب کبھی غروب نہین ہوتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی حصہ پر تابان و درخشان ہی رہتا ہے۔ اور یہ کیفیت بالکل صحیح ہے۔

براعظم "ایشیا" کے کسی حصہ پر جہان برٹش حکومت ہے جبکہ رات رہتی ہے تب "امریکہ" کے برٹش حکومتی حصہ پر دن روشن رہتا ہے۔ پھر جہان امریکہ مین رات ہوئی کہ ادہر ایشیا مین دن روشن ہوتا ہے۔

"بنبسٹر" نامی ایک امریکین مصنف نے اس کی بابت کہا ہے کہ وہ ایک بڑی طاقت ہے اور تمام دنیا مین کم و بیش مقدار پر ادہر ادہر نمایان ہے۔ ایک دوسرا مصنف کہتا ہے کہ قدامت سے انگریزون کو ممالک غیر کے سفر و سیاحت کی آزادی حاصل ہے۔ اسلئے سیاحت کرتے کرتے تمام دنیا انہون نے چہان ڈالی ہے۔ اس کی وجہ سے اونکو سب جگہہ کا سفر اور دخل بہت آسان ہوگیا ہے۔ اور ذاتی جرأت سے انہون نے اپنی عظمت اور وقعت چارون طرف قائم کی ہے۔ اب سلطنت قوی شوکت کی وسعت کو دیکھیئے۔

براعظم	مربع میل	آبادی
یورپ	۱۲۱۰۰۰	۴۵۴۰۰۰۰۰
ایشیا	۱۹۲۸۰۰۰	۲۰۲۱۰۰۰۰۰
افریقہ	۲۲۰۶۰۰۰	۳۳۶۰۰۰۰۰
امریکہ	۴۰۰۹۰۰۰	۹۵۰۰۰۰۰۰
آسٹریلیا نیوزلینڈ وغیرہ	۳۱۹۰۰۰۰	۶۱۰۰۰۰۰
میزان	۱۱۴۵۴۰۰۰	۳۹۶۷۰۰۰۰۰

"آمدنی"

برطانیہ کلان اور آئرلینڈ	۱۳۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ
امریکہ	۲۴۰۰۰۰۰۰ "

آسٹریلیشیا	۵۰۰۰۰۰۰ پونڈ
ہندوستان	″ ۷۴۰۰۰۰۰
افریقہ	″ ۲۲۰۰۰۰۰۰
میزان	″ ۳۰۱۰۰۰۰۰۰

مندرجۂ بالا آمدنی ۱۸۳۷ء مین ۷۲۰۰۰۰۰ پونڈ تھی۔ وہی ۱۹۱۰ء مین ۳۰۱۰۰۰۰۰ ″ ہو گئی۔ اور اسیطرح سے ترقی کرتی جاتی ہے۔

"فوج"

برطانیہ کلان مین ۲۵۴۰۰۰۰ اور ہندوستان مین ۱۵۹۰۰۰ ہے۔ اسکے علاوہ دیگر مقامات نوآبادیون مین فوج ہے۔

"جنگی جہازات"

سلطنت برطانیہ جنگی جہازات مین جملہ سلطنتون پر گوئے سبقت لیگئی ہے۔ موجودہ جنگی جہازات کی تفصیل یہ ہے۔ چھوٹے بڑے جنگی جہازات ٹیبل شلپس ۵۷ کرور۔ رشن ۱۳۹۔ ڈسٹرایر ۱۲۶۔ تارپیڈ جہاز۔ ۷۴۔ اور پانی کے اندر چلنے والے جہاز ۴۸ ہین۔ جہازات کی تعداد ترقی کرتی جاتی ہے۔ جنگی بیڑے مین ۱۸۹۰۰۰ آدمی ہین۔

"جملہ دولت"

برطانیہ کلان اور آیرلینڈ	۱۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ
کناڈا	″ ۱۳۵۰۰۰۰۰۰۰
آسٹریلیشیا	″ ۱۱۰۰۰۰۰۰۰۰
ہندوستان	″ ۳۰۰۰۰۰۰۰۰۰
افریقہ	″ ۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰

سلطنت کے دوسرے حصص ۱۲۰۰۰۰۰۰۰ پونڈ

میزان ۲۲۲۵۰۰۰۰۰۰ 〃

سلطنت کی تجارت سنہ ۱۸۹۰ء

برآمد	درآمد
۳۱۹۷۹۵۰۰۰	۴۰۸۰۵۳۰۰۰

سنہ ۱۹۰۰

برآمد	درآمد
۳۶۲۴۲۲۰۰۰	۵۲۷۹۸۶۰۰۰

سنہ ۱۹۱۰ء

برآمد	درآمد
۱۰۵۶۰۰۰۰۰۰	۱۱۴۷۰۰۰۰۰۰

اسی طرح تجارت ترقی کرتی جاتی ہے

"یورپ اور ایشیا کی آبادی"

یورپ کی آبادی

روس کی مردم شماری پندرہ کروڑ۔ جرمن کی چھ کروڑ پینتیس لاکھ۔ آسٹریا ہنگری کی چار کروڑ نوے لاکھ۔ گریٹ برٹن یعنی ہمارے شہنشاہ کی ولایت چار کروڑ پچاس لاکھ۔ فرانس کی تین کروڑ نوے لاکھ۔ اٹلی کی تین کروڑ ساٹھ لاکھ۔ اسپین کی دو کروڑ۔ بلجیم کی پچھتر لاکھ۔ رومانیا کی پینسٹھ لاکھ۔ پرتگال ساٹھ لاکھ۔ نیوزیلینڈ پینسٹھ لاکھ۔ سوئیڈن پچیس لاکھ۔ منگریلیا چالیس لاکھ۔ ٹرکی تیس لاکھ۔ ناروے پچیس لاکھ۔ ڈنمارک پچیس لاکھ۔ سرویا پچیس لاکھ۔ گریس پچیس لاکھ

سیڈ مبری ولاکہہ پچاس ہزار ... میزان کل ٥٠٠٠٠٧٥٤٨٥ ہے

ایشیا کی آبادی

چین پینتالیس کرور - ہندوستان پینتس کرور - جاپان ساڑہے چہہ کرور - ڈچ تین کرور اسی لاکہہ - ٹرکی دوکرور پچاس لاکہہ - پرشیا دس لاکہہ - ہندچینی دوکرور - سیام اسی لاکہہ - افغانستان ایک کرور - فلپائن اسی لاکہہ - ملیشیا دس لاکہہ - متفرق بیس لاکہہ - جن مین مختلف چہوٹے چہوٹے جزیرے سمندری ہین - میزان کل - چورانوے کرور ستر لاکہہ - کل مجموعہ ایک ارب چالیس کرور ستر لاکہہ پچاس ہزار ہے - ان مین ۳۵ کرور ۴۴ لاکہہ ۱۵ ہزار توصرف حضور جارج پنجم کے ماتحت ہے - اور باقی ایک ارب تہتر لاکہہ پینتس ہزار علیحدہ علیحدہ بادشاہون کے ماتحت ہین - یورپ کی تمام آبادی چین کے برابر ہے - اور روس کو چہوڑکر باقی تمام یورپ کی آبادی ہندوستان کے برابر ہے۔

"مسلمانونکی سابقہ عظمت کانقشہ"

تاریخ ابوالفدامین ٣٠٥ھ مین سفیر دولت مشرقی کے استقبال مین بغداد کی جوشان وشوکت لکہی ہے اوس سے اسلامی عظمت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

وہ لکہتا ہے کہ خلیفہ کی ساری فوج کمر بستہ تہی - سوار و پیدل کی جمعیت سولہ ہزار تھی - فوج افسر زرق برق وردیان پہنے اور مکلف پر تلے لگائے ہوئے تھے - جسمین موتی اور سونا چمک رہا تہا - افسر اعلیٰ درمیان مین تہا - اور ان سارے افسران فوجی کے پیچہے سات ہزار خواجہ سرا تہے - اون کے بعد سات سو محلسرا کے محافظ تھے - دجلہ پر جڑاؤ کشتیون کے پہرہ رہے

لہرا رہے تھے۔

قصر شاہی انواع اقسام کے تکلفات سے مکلف تھا۔ اڑتیس ہزار منقش کے پردے آویزان تھے۔ جن مین سے ساڑھے بارہ ہزار ریشمی کلابتون کے کام کے تھے۔ بائیس ہزار قالینونکا فرش تھا۔ سنو شیر ببر خلیفہ کے سامنے تماشا کر رہے تھے۔ ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ محافظ تھا۔ ایک درخت سونے اور چاندی کا تھا جسمین اٹھارہ شاخین تہین۔ ہر شاخ پر قسم قسم کی چڑیان بیٹھی تہین۔ یہہ چڑیان اور درخت کے پتے بیش بہا فلزات سے بنے تھے۔ جو بالکل اصلی معلوم ہوتے تھے۔ چڑیان طرح طرحکی نغمہ سرائیان کرتی تہین۔ اِن عظیم الشان تیاریون کے درمیان مین خلیفہ کا پای تخت تھا جہانتک وزیر اعظم نے سفیر مشرقی کو پہونچایا بغداد کی فوجی قوت بھی اون کی شان حکومت کے مطابق عظیم الشان درجہ پر تھی۔ یہان تک کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ جو یونان و روم کے جانشین تھے۔ خلیفہ کے باجگذار تھے۔ بغداد کی حکومت ایشیا مین سرحد چین تک افریقہ مین "بربر" تک مغرب مین بحر "اٹلانٹک" تک پھیلی ہوئی تھی۔

"اندلس" کے بادشاہ سلطان عبد الرحمن کے عمارات کی کیفیت تاریخ مین خاص یادگار ہے۔ جامع مسجد قرطبہ جو اندلس کی عربی یادگارون مین عمدہ ترین یادگار ہے۔ آٹھوین صدی کے آخر مین بنائی گئی تھی۔ یہہ مسجد مشرقی معابد مین اول نمبر کی عمارت تھی۔ اسکا منیار زمین سے اکہتر ۷۱ گز بلند تھا۔ اسکا گنبد ایک ہزار ترانوے مختلف رنگ کے سنگ مرمر کے ستونون پر قائم تھا۔ یہہ ستون بساط شطرنج کے مربعون مین نصب تھے۔ ایک مربع مین پانچ ستون تھے۔ مسجد کے جنوبی روکار مین اُنیس ۱۹ دروازے تھے

اور مشرقی و مغربی روکارن مین نو نو دروازے تھے - جنپر سونے کی پتریان لگی ہوئی تہین - اور اون پر باریک کام بنا تھا -

جامع مسجد قرطبہ کا مصلیٰ اسقدر آراستہ تہا کہ دنیا مین کہین اوسکی نظیر نہ تھی - سلطان عبدالرحمن کا قصر بھی دنیا کی ایک حیرت انگیز عمارت تھی - گو کہ دستبرد زمانہ سے اب اس قصر کے نشانات صرف صفحات تاریخ پر ملتے ہین اس قصر کی عمارت مین چار ہزار تین سو ستون سنگ مرمر کے تھے - دالانون مین مربع سنگ مرمر کا فرش جسمین ہزارون گلکاریان تہین - بچھا ہوا تھا - دیوارون اور چہتون پر مختلف رنگون کے پھول بوٹے بنے ہوئے تھے - شہتیر اور چہت کے تختے "صنوبر" کی لکڑی کے تھے - بعض دالانون مین خوشنما فوارے صاف پانی کے چھوٹ رہے تھے - ایک دالان بادشاہ کے لئے مخصوص تھا - جسکا نام "قصر الخلیفہ" تھا - اس مین سنگ یشب کا ایک حوض تہا جسکے اوپر سونے کا بگلا قسطنطنیہ کی ایک عمدہ دستکاری کا بیٹھا ہوا تھا - اور چہت سے مشہور موتی لٹکا ہوا تھا - جسے شہنشاہ غزنی نے سلطان کیلئے ہدیتہً بھیجا تہا - قصر کے سامنے بڑے بڑے باغ اونکے گرد پانی کے چشمے تھے - درمیان باغ مین خلیفہ کا کوشک بلندی پر بنا ہوا تھا - جسکے ستون سفید سنگ مرمر کے تھے - اور ستونون کا بالائی حصہ مطلا تہا - اسی کوشک کے وسط مین وہ سنگ سماق کا مشہور حوض تھا - جس مین پارہ بہرا ہوا تھا - اور آفتاب کی شعاعین خاص لطف سے اوس پر عکس ڈالتی تہین -

باغون مین شاہی حمام تھے جنکے حوض سنگ مرمر کے تھے - اور اُن مین بہوتی پشمینی اور ریشمی قالین بچھے ہوئے تھے - جنپر پہول درخت بیل بوٹے جانور بنے ہوئے تھے - جو بالکل اصلی معلوم ہوتے تھے - ایک طلاکار اور

منقش فوارہ تھا جو "شام" سے آیا تھا۔ اور بعض لکھتے ہین کہ قسطنطنیہ سے آیا تھا۔ اس فوارہ پر احمد یونانی کی بنائی ہوئی انسانی مورتین تھین۔ اور خلیفہ نے بارہ حیوانات کی طلائی اور جواہرات کی شکلین قرطبہ کے شاہی کارخانہ مین بنواکر اسکے گرد نصب کی تھین۔ جنکے کنٹھ سے ہر وقت پانی جاری رہتا تھا ایک یوروپین محقق لکھتا ہے کہ یہ قصر شہر کے کنارے ایک ٹیلہ پر واقع ہوا ہے۔ جو فی الواقع دنیا کے بہترین موقعون سے ٹیلے کے نیچے سے الحمرا کے سُرخ رنگ مربع برجون کی چوٹیان نیلگون آسمانی زمین پر نظر آتی ہین۔ الحمرا کے دیکھنے سے عربی بادشاہون کی طرز معیشت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کھڑکیون سے جہانتک نظر پہونچتی ہے آسمان نظر آتا ہے۔ اور باغون کا دلفریب سمان آنکھون مین کھُپ جاتا ہے۔ یہ وہ باغ ہے جن مین سلاطین غرناطہ کی ممتاز بیبیان جن مین مشرق و مغرب کی اعلیٰ سے اعلیٰ حسین عورتین شامل تھین بہار و فضا کی سیر دیکھنے آیا کرتی تھین۔ الحمرا کے نقش و نگار کچھ اس باریکی اور نفاست سے بنائے گئے ہین کہ کسی کو بغیر امتحان کئے یقین نہین آتا ہے کہ یہ سنگ مرمر کے بنے ہوئے نہین ہین۔ الحمرا کے کئی خوبصورت حصے اپنی بے نظیر دلکشی مین مشہور ہین۔ مثلاً "قصر اللیوث" "بیت الاختین" "بیت العدل" "شیرون" کا ایوان وغیرہ۔ تمام صناع اور اہل کمال اندلس کے نصاریٰ کی اس وحشیانہ حرکت پر افسوس کرتے ہین جو ان مکانات کی بربادی مین اونسے سرزد ہوئی ہین۔ جن کی مرمت بھی پورے طور پر آجتک نہ ہوسکی۔

خیر ان نقشون پر نظر دوڑاتے ہوئے اب ہندوستان کی طرف بھی آنکلین۔ اور یہان کے مسلمانون کے سطوت و عظمت کا سین بھی

دیکھہ لین - ابوالمظفر شہاب الدین صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی، جو تیمور سے دسوین پشت مین تھے - ۱۰۳۷ھ مین سریر آرائے سلطنت ہوئے - اس جلوس کا حال ہم نذر ناظرین والا تمکین کرتے ہین -

شاہان مغلیہ کے جشن تاجپوشی کے لیئے زیادہ تر جمعرات یا جمعہ کا دن انتخاب کیا جاتا تھا - دربار مین خطیب کے لیئے ایک ممبر بنایا جاتا تھا - جسپر وہ کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتا تھا - جو حمد و نعت منقبت و مدح پر شامل ہوتا تھا - خدا ورسول کی حمد و ثنا صحابۂ کرام کے مدائح و مناقب پڑہکر خطیب امیر تیمور سے لیکر ایک ایک بادشاہ کا نام لیتا تھا - جب بادشاہ موجودہ کا نام آجاتا تو خطیب پر مال و زر کی اسقدر بوچھار ہوتی کہ وہ اٹھا بھی نہ سکتا تھا - اور بادشاہ کی طرف سے بیش بہا خلعت ملتی تھی وہ علیحدہ - پھر بادشاہ پر موتیون اور جوہرات کی نچھاور ہوتی تھی - اور کل زر و جواہر مساکین پر تقسیم کردیا جاتا تھا - یہی سب رسمین شاہجہان کے جلوس پر بھی ہوئین - ارباب سیف و قلم نے مبارکباد کی صدائین بلند کین - اور روپیہ اسقدر نثار کیا گیا کہ آگرہ کے محتاج بھی یقیناً دولتمند بنگئے - دربار کے بعد بادشاہ محل مین گئے - یہان قدسیہ ارجمند بانو بیگم - ممتاز محل نے شاہانہ آرایش کا سامان بڑی شان شوکت سے تیار رکھا تھا - بادشاہ کے تخت پر بیٹھتے ہی موتی اور لعل نثار کیئے گئے - زر و جواہر کے بھرے ہوئے خوان بادشاہ کی خدمت مین گزرانے گئے - اسکے بعد "جہان آرا بیگم" حاضر ہوئین نذر گزرانی - خوان جواہر پیش کیئے - اسیطرح ہر بیگم آکر نذر پیش کرتی - اور پچھلے پاؤن ہٹ جاتی - اکبری قلعہ مین زربفت کے پردے پڑے ہوئے تھے - رومی زرنگار غالیچے بچھے ہوئے تھے - چارون طرف دیوارون پر قیمتی جواہرات کی جالرین پڑی ہوئی تہین - طلائی جواہر نگار فانوس،

بخور او عنبر جواہر کی انگیٹھیون مین روشن - گلاب پاشی اور عطر بیزی سے تمام
محل مہک رہا تھا - سیکڑون خوبصورت بیگیات زرق برق لباس پہنے موتی اور
جواہر کے پازیب گلو گئے اپنے اپنے قرینہ سے کہڑی تہین - جب بیگمون کا
نذرانہ پیش ہو چکا تو خود بادشاہ کا بحر عطا جوش زن ہوا - ممتاز محل کو دو لاکھ اشرفیان
اور بارہ لاکھ نقد روپیہ مرحمت ہوا - نواب قدسیہ جہان آرا بیگم روشن آرا بیگم ثریا بانو بیگم
تینون کو ایک ایک لاکھ روپیہ عطا ہوا - ممتاز محل کا سالانہ وظیفہ دس لاکھ روپیہ
مقرر ہوا - جہان آرا بیگم کا ستر ہزار روپیہ ماہوار اور دوسری بیگیات کے پچاس
پچاس ہزار ماہوار کئے گئے - ایک ایک لاکھ روپیہ پانچون شاہزادون کو دیا
گیا - اسکے علاوہ چار لاکھ روپے نقد مع مرصع آلات فیل و اسپ خاصہ
زرنگار ساز و یراق کے ساتھہ عنایت کیا گیا - اسی طرح کل عمائد و اراکین سلطنت
کو عہدے خطابات انعامات اور خلعتین وغیرہ عطا ہوئین -

"شہنشاہ اکبر اور ملکہ الزبتھہ"

"ملکہ الزبتھہ" ملکہ انگلستان اور "اکبر اعظم" شہنشاہ ہندوستان کا عہد حکومت
ملتا ہوا ہے - یعنی ۱۵۵۶ء سے ۱۶۰۵ء تک یہہ دونون ہمعصر تھے - اور
دونون کی ذات سے انگلستان اور ہندوستان دونون مین ایک ساتھہ ترقی
دلچسپی کی شعاعین نمودار ہوئین - جسطرح ملکہ الزبتھہ کے عہد مین اعلیٰ درجہ
کے شاعر ڈراما نویس فلسفی انگلستان مین موجود تھے - اوس سے کہین زیادہ
اکبر کے وقت مین ہندوستان مین تھے اکبر نے ۲۰ برس مین شمالی ہند کا پورا حصہ
مغل حکومت مین ملا لیا - اور تمام ہندو مسلمان والیان ریاست کو اپنا
خیر خواہ و محکوم بنا لیا - اکبر کا ایک خاص مذہب ہی تھا جسکا وہ پابند ہی تھا

مگر اوسنے کبھی کسی کے مذہبی اُمور مین دخل نہ دیا۔ ہندو بھی مسلمانون کی طرح اعلیٰ مناصب حتیٰ کہ وزارت تک پہونچے تھے۔ اکبر نے سڑکین نکالین نہرین نکالکر آبپاشی کے ذرایع جاری کئیے۔ تجارت کو ترقی دی۔ خطرون سے ملک کو محفوظ کیا۔ پولیس کا محکمہ قایم کیا۔ مالگذاری کی تشخیص اور محاصل سرکاری کی تفریق کے لئے اضلاع کی پیمایش کرائی۔ محکمہ بندوبست قایم کیا۔ مدارس جاری کئیے جسمین ہندو اور مسلمان دونون کے علوم کی سرپرستی کی جاتی تھی۔ اکبر نے ہندوستان مین آئین حکومت کی بنا ڈالی۔ اقوام ہند مین یگانگت و مساوات پیدا کی۔ یہی ساری باتین ہین جنکو فرمانروایان انگلستان نے اپنا دستور العمل بنالیا۔ اور اکبر کے حسن وسائل فلاح و اصلاح ملک کو اُنکی اولاد چند پشتون کے بعد سنبھال نہ سکی۔ سرکار انگریز نے اونکو قدر کے ساتھ لے لیا۔ اور اُن پر کاربند ہوئی۔ آج بھی آئین اکبری تعزیرات ہند مین شامل ہے۔ اور اعلان شاہی و مذہبی غیر جانب داری وغیرہ اکثر اُمور قوانین اکبری سے اخذ کئے گئے ہین۔

شہنشاہِ اکبر کیوقت کا نرخ نامہ

گندم ۱۲ر فی من۔ جو ۸ر ۲ پائی فی من۔ باجرا ۱۳ر ۵ پائی فی من۔ چاول ۱۸ر من دال موٹھ ۱۳ر ۹ پائی فی من۔ دال مونگ ۷ر ۲ پائی فی من۔ نمک ۱۶ر ۳ پائی من۔ شکر ۱۲؍ ۳ پائی فی من۔ پیاز ۲ر ۵ پائی فی من گھی ۱۲؍ فی من تیل ۱۰ر فی من۔ ہلدی ۱۳ر فی من۔ ایک شخص کا ماہواری خرچ بحساب اوسط ۵ر ۸ پائی تھا اسوقت آٹھ روپیہ ماہوار مین خرچ چلنا دشوار ہے۔

"ہند مین مُسلمان"

آج سے تیس ۳۰ سال پہلے ہندوستان مین مسلمانون کی تعداد گیارہ کرور تھی۔ اسوقت چھ کرور اسّی لاکھ ہے۔

"سلطنت برطانیہ کی آمدنی"

برٹش گورنمنٹ کی آمدنی قبل مین ایک کرور تھی۔ ۱۸۰۰ء مین چھ کرور اور ۱۹۰۰ء مین دو ارب تھی۔ اب تین ارب ہے۔

"سلطان عبدالحمید خان"

معزول سلطان عبدالحمید خان ٹرکی۔ جب قید کئے گئے تو اون کے کمر پیسے تین کرور ترکی پاؤنڈ سے زیادہ سکہ طلائی و نقرئی نوٹ نکلے۔

"مرحوم شاہ ایران"

شاہ مظفرالدین کجکلاہ شاہ ایران مرحوم کی مالی حالت اسقدر ممتاز تھی جو کہ دنیا کے دیگر دولتمند اُن سے دولت مین مقابلہ نہین کر سکتے تھے اون کی دولت کا اندازہ کوئی کیا کر سکتا ہے جن کے موتی اور جواہرات کی قیمت ستّر لاکھ پونڈ سے زیادہ تھی۔

"افغانستان"

افغانستان کی آمدنی ایک کرور ۴۰ لاکھ کی ہے۔ اِسکے علاوہ چوبیس لاکھ روپے گورنمنٹ ہند بطور ماہواری وظیفہ کے دیا کرتی ہے۔

"حیدرآباد دکن"

حضور نظام حیدرآباد کی سالانہ آمدنی ساڑھے تین کرور سے زیادہ ہے۔

"غلاف کعبہ"

غلاف کعبہ ہر سال نہایت آن بان سے بصرف کثیر یعنی ستائیس ۲۷ ہزار

آٹھ سو روپیہ کی لاگت سے گورنمنٹ "مصر" تیار کرتی ہے۔

"گھڑی کی ایجاد"

گھڑی کی ایجاد خلیفہ ہارون رشید عباس سے ہوئی ہے۔ تیرھوین صدی مین ایک عرب مسلمان نے ایک گھڑی اور کمانی ایسی ایجاد کی جس کی قیمت تیس ہزار روپئے تھی اور وہ شہنشاہ جرمن "فریڈرک" ثانی کو بطور نذر کے دی گئی۔

"شاہون کے مراسلات"

حضور ملک معظم جارج پنجم کو ایک ہزار خط دو ہزار اخبار۔ اور قیصر جرمن کو ایک ہزار خط اور چار ہزار اخبار۔ شہنشاہ روس کو چھ سو پچاس مراسلات پریسیڈنٹ امریکہ کو ایک ہزار خط اور چار ہزار اخبار۔ اور پوپ آف روم کو ۲۳ ہزار خطوط و اخبار روزانہ ملتے ہین۔

"تاناشاہ"

ابوالحسن تاناشاہ سے بڑھکر دنیا مین کوئی دوسرا نازک دماغ پیدا نہین ہوا۔ جسکے لئے حیدرآباد مین ایک حوض کئی سو گز کا طول و عریض کیوڑے اور گلاب سے بھرا جاتا تھا۔ جب اپنے لڑکے کے دست ظلم سے پریشان ہوگیا تو اُسنے اپنی موت کی سہل ترکیب یہہ بتائی کہ کوئی بدبو چیز میرے سامنے لاؤ بس میرا خاتمہ ہو جائیگا۔ چنانچہ ایک "گھواسن" اوس کے سامنے سے چلی گئی اور وہ فوراً جان بحق تسلیم ہوا۔ اس کا نازک دماغ ذراسی بدبو کا بھی متحمل نہ ہوسکا۔

"دُنیا کا پہلا بادشاہ"

سب سے پہلا بادشاہ دنیا کا "کیومرث" ہے۔ جس نے سلطنت

کی بنا ڈالی - اور حاکم و محکوم کا قانون جاری کیا -

آتش پرست بادشاہ

عجم کا پہلا بادشاہ آتش پرست "زردشت" تھا - جو تین ہزار برس قبل حضرت عیسیٰ کے پیدا ہوا -

"سکندر اعظم"

وقت نزع سکندر سے مصاحبون نے پوچھا "سلطنت کا مالک کون ہوگا" اُسنے جواب دیا کہ جو تم مین لائق - مصاحبون نے پوچھا - آپ اپنی والدہ کو کیا کہتے ہین - جواب دیا "کہدینا میرے مرنے کے بعد خیرات اُسکو دین جسکا کوئی مرا نہو" تاکہ ضعیفہ کو صبر آجائے اور معلوم ہو کہ کوئی ایسا پیدا نہین ہوا جو موت کا شکار نہوا ہو یا نہو - اور وصیت کی "میرے دونون ہاتھ کفن سے باہر رکھنا" تاکہ لوگون پر ثابت ہوجائے کہ دنیا کی دولت اور دنیا کی حکومت مرنیکے بعد ساتھ نہین جاتی ہے - بلکہ اپنے اچھے اور بُرے اعمال ساتھی ہوتے ہین -

"پانی کے نیچے ریل"

امریکہ والون نے سمندر کے نیچے سے ریل نکالکر دنیا کو حیرت مین ڈالدیا ہے جسکی نظیر آجتک عالم مین دوسری نہین ہوئی -

'کرسی کی ایجاد'

کرسی کی ایجاد ۳۰۰۰ قبل از حضرت مسیح "مصر" مین - ۷۰۰ سنہ روم مین - ۱۱۰۰ سنہ ہندوستان مین - ۱۳۰۰ سنہ چین مین - اور ایسی کرسیان جن مین نیچے رکھنے کا سہارا ہوتا ہے ۱۵۰۰ سنہ مین روم مین رائج ہوئین -

"کلین"

۱۷۱۵ء مین انگلستان مین کلین ایجاد ہوئین جس سے ہندوستان

کی تجارت کی کمر ٹوٹ گئی -

چین وجاپان

کاغذ کی قمیص ٹوپی موزے رضائی جوتے لالٹینین وغیرہ اہل چین وجاپان طیار کرتے ہین -

"امریکہ"

دندان ساز امریکہ مین کاغذ کے دانت طیار کر کے لگاتے ہین -

"گرجا"

"برکان" مین کاغذ کا گرجا بنا ہوا ہے -

اسٹاکٹن کا جلسہ

۱۸۳۷ء مین "اسٹاکٹن" مین ایک جلسہ ہوا تھا - وہان کا مشہور شیشہ گر "ہیورس بل" کا مالک ملکہ معظمہ کو جتنی اشیار بطور تحفہ ونذر کے دے وہ کل کانچ کے تھے - دو توپین شیشے کی ایسی دی تھین جن مین بارود بھر کر دو ضرب سلامی چھوڑی گئی - اور وہ بجنسہ ویسی ہی رہین - اسکے علاوہ ننگی تلوار - گھڑی - شاہی وضع کا تاج - چھتری - ٹوپی - اور رومال وغیرہ بے مثل اشیار شیشے کی نذر کئے - اسکو کمال کہتے ہین اور ترقی اسکا نام ہے -

"عکسی تصویر"

۱۸۵۲ء مین پہلے پہل عکسی تصویر انگلینڈ مین کھینچی گئی

"مصور"

ایک مشہور مصور باشندہ "امریکہ" نے جوار کے دانہ پر ایک بہت بڑے کارخانہ کی تصویر اوتار دی تھی -

"مسٹر کرب"

جرمن مین مسٹر کرب کے ہتھیار کا کارخانہ ساڑھے دس میل مین ہے پچیس ۲۵ ہزار سے زیادہ کے پانولے ملازم اُس مین کام کرتے ہین۔ ۲۴ سو من کے ہتوڑے بذریعہ انجن کے چلتے ہین۔ پانچ سو کانین لوہے کی ہین۔ ایک سو گیارہ انجن اسکے اندر چلا کرتے ہین۔ توپین ڈہالی جاتی ہین۔ حیرت یہ ہے کہ اس لاجواب کارخانہ کا بانی ایک یتیم لڑکا سنہ ۱۸۱۰ء مین ہوا۔ اور اس طرح کی حیرت انگیز ترقی کی۔

"مسٹر بیکر"

مسٹر بیکر "نیویارک امریکہ" کا رہنے والا ہے۔ جسکے مرغی کے کارخانہ کا رقبہ ایک ہزار ایکڑ ہے۔ دس لاکھ سے زیادہ مرغیان ہین۔ دو لاکھ مرغیان اور دو کرور انڈے ہر سال فروخت کرتا ہے۔

"چڑیا خانہ"

"نیویارک" کا سب سے بڑا چڑیا خانہ ہے رقبہ جس کا ۲۶۱ ایکڑ ہے۔

"کتب خانہ"

سب سے بڑا کتبخانہ پیرس کا ہے۔ جس مین مختلف تمغے ڈیڑہ لاکھ۔ اور پونے دو لاکھ قلمی نسخے۔ تین لاکھ نقشے۔ اور چودہ لاکھ کتابین ہین۔

"سب سے بڑا نقشہ"

سب سے بڑا جنگی پیمائشی نقشہ انگلینڈ مین ایک لاکھ آٹھ ہزار ورقون پر ہے۔ بیس برس کی مدت مین تیار ہوا تھا۔ اس کی

تیاری مین چھ کرور روپیہ خرچ ہوئے ہین۔

"قدیم کتاب"

سب سے قدیم کتاب "پیپرس پرس" فرانس کی لائبریری مین ہے۔ وہی خیال کیجاتی ہے۔ قبر کے اندر ایک بادشاہ کی لاش کیساتھ مدفون تھی نکالی گئی ہے۔

"پینسل"

ہر سال ڈہائی کروڑ سے زیادہ پنسل "یورپ" مین بنائی جاتی ہے۔

"چھاپے خانون کی ایجاد"

چھاپے خانون کی ایجاد "چینیون" نے کی ہے۔

"اہل چین وجاپان کے کمال"

تفریح طبع کے لئے اہل چین وجاپان نارنگیون اور لیچی اور آم کے درخت ایک ایک بالشت کے چھوٹے بنا کر گملون مین لگاتے ہین۔

"کتاب علم موسیقی"

علم موسیقی کی ایک کتاب ریاست "اجے گڈھ" کے کتبخانہ مین تیار ہوئی ہے۔ علم موسیقی کے راگنی کے طریقے پر گانے سے مریضون کو صحت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ عرصہ دو سال مین ۴۰ مریض اچھے ہوئے۔ اسکا تجربہ اسکول کے لڑکون اور اسپتال کے مریضون پر کیا گیا ہے۔

"درختِ کافور"

کافور کا درخت ایک فلاسفر نے ۱۸۵۰ء مین جاپان مین بویا تھا۔

(٭)

"عجیب باغ"

ایک عالم بالی ساکن "سویڈن" نے اس حکمت سے ایک باغ ترتیب دیا ہے۔ جسمین ہر فصل کے لیئے تختہ جدا۔ دن اور مہینہ بھی معلوم ہو۔ ہر سکنڈ ہر منٹ مین تازہ تازہ پہول کھلین۔ ہر گھنٹہ نیا لطف حاصل ہو۔ دن کا سمان کچہہ اور رات کا سمان کچہہ اور۔ بالکل کارخانہ جادو کا معلوم ہوتا ہے۔

"بام گارٹن"

عرصہ تک یہہ خبر اخبارون مین مشہور ہوتی رہی کہ جرمن کے ایک مشہور پروفیسر "بام گارٹن" نامی مسمیریزم کا جاننے والا ایک دفعہ اپنی روح اپنے شاگرد کے قالب مین لیگیا۔ اور شاگرد کی روح اپنے قالب مین لے آیا۔ اور زمانہ تک ایک دوسرے کی قالب مین رہے۔ اوس کی بعد تبادلہ روحون کا کرلیا۔ مگر کم لوگون کو باور ہوا۔

"حیرت انگیز بات"

مدارس کے قرب وجوار مین، ۲ سالہ لڑکی نے سولہ برس نہ کچہہ کھایا اور نہ پیا۔ نہ بول وبراز نکلا۔ مگر کام کاج کرنا نہانا دہونا سابق دستور رہا۔

"عجیب لڑکے"

جرمن مین ایک چار سال کا لڑکا لکہہ پڑہ لیتا تھا۔ اور ایک لڑکا چالیس منٹ مین بیس ہزار بے معنی لفظین بولا کرتا تھا۔

"ایڈنبرگ"

ایک طالبعلم "ایڈنبرنگ" مین ہے۔ جو بغیر ہاتہہ کے پیدا ہوا تھا

اعلیٰ درجہ کے نقشے کا کام وہ پیروں سے کرتا ہے۔

"تنبلس"

گیارہ سال سے سوئی ہوئی ایک عورت "تنبلس" مین ملی تھی۔

"عجیب مخلوق"

ڈیڑہ اور دو فٹ کے مرد اور عورت نمائشگاہ لندن مین پیش کیئے گئے تھے۔

"۶۲ لڑکے"

ایک عورت سے ۶۲ لڑکے ایک جولاہا باشندہ "اسکاٹ لینڈ" نے پیدا کیئے۔

"آئسلینڈ"

دنیا مین جزیرہ آئسلینڈ کے ایسا نہ کہین امن وامان ہے۔ اور نہ اتفاق ہے۔ زیادہ حیرت تو یہ ہے کہ یہان کے لوگ پولیس کا نام تک نہین جانتے۔ اور نہ پولیس یہان ہے۔

"دو ماہ کا دن"

"ناروے" مین ایک ایک دن دو مہینے کا ہوا کرتا ہے۔

"سنہ عیسوی"

سنہ عیسوی کی کوئی صدی چہارشنبہ جمعہ اور یکشنبہ سے نہین شروع ہوتی ہے۔ ہر سال کا پہلا اور آخیر دن ایک ہی ہوا کرتا ہے۔

دنیا کے سنین

آدمید سنہ ۱۹۶۰۱۵۳۰۱۱ چینی سنہ ۹۶۰۰۲۴۱۱ خطائی سنہ ۸۸۸۴۰۳۸۴
پارسی سنہ ۱۸۹۸۸۱ کلالڈہا سنہ ۵۱۹۱۱ مصری سنہ ۲۷۵۱۱ عبرانی سنہ ۵۹۱۵

ورہشٹری سنہ ۵۰۱۱ نوحی سنہ ۵۰۱۱ ابراہیمی سنہ ۳۸۳۲ سپالٹاکا سنہ ۳۶۱۵
موسوی سنہ ۳۴۸۸ داؤدی سنہ ۲۹۴۶ یونانی سنہ ۲۶۸۷ رومی سنہ ۲۶۶۴
بابلی سنہ ۲۶۵۹ بدہشاکی منی کا سنہ ۲۴۸۴ سکندری سنہ ۲۲۶۵ بکرمی سنہ ۱۹۶۸
عیسوی سنہ ۱۹۱۳ پروسٹہ سنہ ۱۹۷۰ شاکی نوروز سنہ ۱۸۳۵ شالباہن سنہ ۱۸۳۳
محمدی سنہ ۱۳۴۲ ہجری سنہ ۱۳۳۱ فارسی سنہ ۱۳۲۲ فصلی سنہ ۱۳۲۰ بنگلہ سنہ ۱۳۲۰

"سمجھہ دار نہنگ"

"کراچی" کے علاقہ مین ایک تالاب ہے جسمین ایسے سمجھہ دار نہنگ ہین جو آدمی کی زبان سمجھتے ہین۔ اور تعمیل حکم بھی کرتے ہین۔

"سرد و گرم پانی"

ہزارون چشمے ضلع "اوپال" مین ایسے ہین جن مین بعض کا پانی گرم اور بعض کا سرد رہا کرتا ہے۔

"چھہ انگلی کے بندر"

"تارکوئیس آف لنڈنڈی" مین ٹٹو گز بھر کے۔ اریخ فری اسٹیٹ مین بندر چھہ انگلی کے۔ علاقہ مدراس مین پانچ سر کے سانپ عجیب و غریب ہین۔

"بریڈ فروٹ"

بریڈ فروٹ نامی ایک درخت ساحل "ملابار" جزیرہ ہند مین ہوتا ہے۔ جسکا پھل کچے "نان کی طرح اور پیسنے پر نہایت عمدہ آٹا ہوتا ہے

کیڑہ خور درخت

انگلستان اور جزائر مشرقی ہند مین اس طرح کے درخت ہوتے ہین جو کیڑون کو پکڑ کر کھاتے ہین۔ اور دوسرے قسم کے درختون سے عرق

نکلتا ہے جسکو کیڑے پی کر مرجاتے ہین۔ اور پہر اُسی درخت کی جڑ مین ملجاتے ہین

"درخت گیند"

"برٹش گیانا" کی ترائیون مین گیند کے درخت مثل سرو سو گز سے بھی زیادہ لمبے اور پہول اُسکے توپ کے گولے سے بھی زیادہ وزنی ہوتے ہین

"عجیب درخت"

ایک درخت امریکہ مین ہوتا ہے جسپر آگ اثر نہین کرتی ہے۔ اور ایک درخت کی لکڑی بالکل ہاتھی دانت کی طرح ہوتی ہے۔ پتہ بیس فٹ لمبا اور خوشبودار ہوتا ہے۔ عمدہ بٹن اور کھلونے اسکے تخم کے بنتے ہین۔

"چراغ نما لکڑی"

"المورہ" مین مثل چراغ ایک لکڑی روشن رہتی ہے۔ اور "لنکا" مین خود بخود ایک گھانس مین آگ لگجاتی ہے۔

"کنول کا پھول"

امریکہ مین کنول کا پہول کئی گز چوڑا۔ اور بہت مضبوط ہوتا ہے۔

'روغن دار درخت'

افریقہ مین ایک درخت سے چربی نکلتی ہے۔ اور دوسرے درخت مین نشتر لگانے سے دودھ نکلتا ہے۔

"بڑی بڑی عمر کے درخت"

'ہائیلنڈ' مین ایک نارنگی کا درخت تین سو برس اور ایک گرجا مین چھ سو برس کا ہے۔ "کوہ بلانک" مین بیتم کا درخت بارہ سو برس کا ہے۔ جزیرہ "تسمانیا" مین ایک درخت گوند کا ڈیڑہ سو گز کا موٹا ہے۔ "ولایت" مین ایک درخت بارہ سو برس کا ہے "اٹلی" مین ایک درخت زیتون کا سات سو برس کا ہے۔

اور دو ہزار برس سے زیادہ عمر کا ایک برگد کا درخت "برہما" مین موجود ہے۔ اور ایک درخت برگد کا "بڑو بنج" مین تین ہزار برس کا ہے جسکے سایہ مین سات ہزار آدمی آتے ہین۔

"ہنسانیوالا پہل"

"عرب" مین ایک درخت ہوتا ہے جسکا پہل کھانیسے ہنسی آتی ہے۔

"مغموم درخت"

"جاپان" مین ایک درخت ہے جس سے روز شام کو دہوان نکلتا ہے۔

"بٹر بریڈ"

بٹر بریڈ کے نام سے ایک درخت "فرانس" مین مشہور ہے۔ جس مین مثل مکہن کے گوند نکلتا ہی۔ اور ایک قسم کا دانہ بہی پیدا ہوتا ہی جسکی عمدہ روٹی ہوتی ہے۔

"گلاب کے پھول"

گلاب کے پھول سات سو اٹھانوے مختلف اقسام کے ہوتے ہین۔

"حضرت آدم کا درخت"

ہلدنشیم کے گرجا مین ایک گلاب کا درخت نوگز اونچا "حضرت آدم کا گلاب" کے نام سے مشہور ہے۔

"سرو کا درخت"

"شیراز" مین حضرت حافظ علیہ الرحمتہ کے مزار شریف پر اونہین کے ہاتھہ کا بویا ہوا سرو کا درخت ہی۔

دیوزاد پھول

جزائر "ملایا" مین "دیوزاد پھول" نامی ایک قسم کا درخت ہوتا ہی جسمین نہ شاخ

ہوتی ہے اور نہ پتہ۔ مگر سرخ سرخ پھول اُس مین آٹھ سیر وزن کے ہوتے ہین۔ برگ گل ایک انچہ موٹا اور درمیان کی کٹوری اس طرح کی ہوتی ہے جس مین بچہ آسانی سے بیٹھہ سکتا ہے۔

"تعجب خیز درخت"

"تبت" مین ایک درخت کے پتو نپر سنسکرت کے حروف کندہ پائے گئے ہین۔

"ہندوستان کی زبانین"

ہندوستان مین ۱۴۷ زبانین رائج ہین۔

"کوہ نور"

کوہ نور کی قیمت کا اندازہ پچھتر لاکھہ کیا گیا ہے۔

"ہندوستانی اجناس"

۷۹ طرحکے غلے۔ ایک سو چھہ قسم کے میوے۔ اور چھپن طرحکی لکڑی پانچ ہزار قسم کے اور دس ہزار قسم کے درخت ہوتے ہین۔ مگر یہ تعداد ایک قدیم کتاب مین ہے۔ اب جیسے جیسے گورنمنٹ برطانیہ کی توجہہ بڑہتی جاتی ہے زراعتی کارخانہ مین دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی جاتی ہے۔

"تاتار"

"تاتار" ہی کو اہل فارس "خطا" کہتے ہین۔ چین کے شمالی حصہ مین واقع ہی ہے۔ تو بڑے وسیع رقبہ مین مگر آبادی صرف ۶۰ لاکھہ کی ہی۔ چنگیز خان و تیمور یہین پیدا ہوئے تھے۔ تاتاری خونریزی اور جلادی مین ضرب المثل ہین۔ اور تمام حیوانات کا گوشت بلا قید حرام و حلال کہاتے ہین

"پہلی مطبوعہ کتاب"

"توریت" پہلی کتاب ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

"علم جغرافیہ"

سکندر اعظم کیوقت مین "علم جغرافیہ" نکلا - اور بہر حکیم بطلیموس نے ایک کتاب نبائی - اب تین سو برس سے درجہ کمال کو پہونچ گیا -

شطرنج

چہ سو آٹھ سال قبل از حضرت مسیح حکیم "صفہ" نے شطرنج کی ایجاد کی ہندوستان یا خاص شہر چین کا رہنے والا تھا -

"توپ"

۱۳۲۵ء مین توپ کی ایجاد "اطالی" والون نے شہر فلورنسا مین کی - اور ۱۳۴۶ء اس کا استعمال "ایڈورڈ" شاہ "انگلینڈ" نے کیا -

"تاریخ مسیحی"

۵۱۶ء مین "ڈیونیوس سکٹینی" نے تاریخ مسیحی کے رواج کتابت و ملت مین وضع کیا -

"تانبا اور لوہا"

قبل از طوفان نوح تانبا اور لوہا موجود تھا - اور لوہے کو قبل مسیح ۱۵۳۷ء سے لوگون نے پہچانا -

"اگنبوٹ"

پہلے پہل "مینیس بابین" نے ۱۶۹۰ء مین اگنبوٹ کو ایجاد کیا - ۱۸۰۳ء مین "روبرٹ" نے اُسکو کامل نبایا - اور ۱۸۰۷ء مین دُخانی جہاز پہلے پہل دریا مین ڈالا گیا

"قطب نما"

اہل چین قطب نما کے موجد ہین - چینیون سے اہل ہنود اور ہنود سے عرب و عرب سے یورپ نے لیا

"سکہ"

تین سو سال قبل مسیح "رومانیون" نے سکہ ایجاد کیا - اُسکے بعد فارس و عرب مین اسکا رواج ہوا

"آئینہ"

مصر والے آئینہ کے موجد ہیں۔

"ایجادیں اور اُن کے موجد"

نام ایجاد	نام موجد
دوربین	یوحنا پسر سہی سنہ ۱۶۰۸ء
پن چکی	کوبلیسا رومانی سنہ ۵۵۵ء
ہوا کی ترازو	توریشلی شاگرد گالیلو سنہ ۱۶۴۳ء
ہوا کی چکی	ایک راہب ساکن اطالیا سنہ ۱۲۹۹ء
گھنٹہ یا جرس	باولیتوس ساکن حکومت اطالیا سنہ ۴۰ء
دہونکنی	یونانی قبل از مسیح سنہ ۵۵۴ء
لیتھوگراف	الوسیس سنفلدر ساکن علاقہ المانیا سنہ ۱۷۹۹ء
پائجامہ و قبا	سلیمان علیہ السلام
عمامہ	آدم علیہ السلام
کتابت	ادریس علیہ السلام
سیلح کوہ قاف	سکندر ذوالقرنین
علم صرف	ابو عثمان ہارونی
جنگ بحری	معاویہ
قصہ گوئی	عبید بن عمیر
علم منطق	ارسطاطالیس
پہلا بادشاہ (حکومت)	کیومرث
ساز و یراق طلائی	معتصم باللہ
علم ریاضی	اقلیدس

لبِ آب ایک کشتی

یہہ فروغِ مہرِ تابان ۔ کہ چمک رہی ہین کرنین ؞
لبِ آب ہین یہ سامان ؞ کہ تڑپ رہی ہین موجین
ہے نظر کو ایک حیرت

لبِ جو یہہ سبزۂ و گل ۔ کہ ہے دلفریب منظر
یہہ مہک رہی ہے سنبل ۔ کہ دماغ ہے مُعطّر
چلی آ رہی ہے نکہت

کہین پھول ہین کنول کے ۔ کہین نیلگون ہے پانی
یہہ ہوا کے سرد جھونکے ۔ یہہ حباب کی روانی
کسی مست مَے کی صورت

یہہ ہوائے روح پرور ۔ کہ درخت ہل رہے ہین
یہہ کنارے آب شنظر ۔ کہ شگوفے کھل رہے ہین
ہے عجب گلون مین نزہت

کہین جھاڑیون مین چھپکر ۔ یہہ پرندون کا ترنم
یہہ صبا کی شوخیون پر ۔ کہین غنچون مین تبسم
کہ ہے دلکو جس سے فرحت

کہین شاخون پر ہین طائر ۔ کہین اون کے آشیانے
یہہ نسیم کیف آور ۔ یہہ طیور کے ترانے
ہین پیامِ خوابِ راحت

یہہ کنارے جھو ہین بگلے ۔ جنہین اک ربودگی ہے
یہہ بطون کے غول نکلے ۔ عجب اِن کی دلگی ہے

کہین بلبلون کی صورت

نہین اب وہ برف باری کہ بہار کا ہے موسم
ہین زمین پہ نہرین جاری ہے عجب فضا کا عالم

کہ بہلتی ہے طبیعت

لب جو ہوا مین سردی تو گلون مین تازگی ہے
کہین دہوپ مین ہے زردی تو نظر مین خیرگی ہے

کہ ہے نیند کی سی حالت

لب آب ایک کشتی کہ عقاب تیز پر ہے
چلی آرہی ہے بہتی کہ صبا سے تیز تر ہے

ہے اک اوسمین ماہ طلعت

ہے وہ کشتی خوبصورت تو سوار نازنین ہے
وہ سفینہ چشم حیرت یہہ نگاہ شرمگین ہے

کہ ہے تشنۂ محبت

ابھی سن کا ہے تقاضا کہ ادا مین بانکپن ہے
لب جو وہ سرو بالا کہ شگفتہ اک چمن ہے

نہین گل مین یہہ لطافت

ہے وہ چہتری دستۂ گل کہ ہے دست نازنین مین
ہے وہ ناگنی سی کاکل کہ ہے شاخ یاسمین مین

ہے یہ رعب حسن آفت

یہہ سکوت پر تماشا کہ ہے خامشی کا عالم
یہہ عروس گل کا جلوہ ہے عجب خوشی کا عالم

کہ یہ وقت ہے غنیمت

لبِ آب ہے یہ منظر — کہ وہ کشتی تیز رو ہے
ہے رواں وہ ماہ پیکر — کہ لگی دل کو اک لو ہے

نہین سیر کی ہے فرصت

یہ مگر تو سُن لے غافل — کہ سُنا رہی ہین موجین
ہے یہ زندگی کی منزل — یونہی جا رہی ہین جانین

کوئی دم ہے وقت فرصت

(زمانہ)

اللہ وبس باقی ہوس

"قومی حالت کا نقشہ"

پوچھتے کیا ہو دردِ پنہانی — اپنا قصہ بہت ہی طولانی
کبھی فرصت مین ہم سے سُن لینا — داستانِ غم و پریشانی
جب سے دشمن ہوا فلک اپنا — بحر اندوہ کی ہے طغیانی
سختیان ہمنے اسقدر جھیلین — خونِ دل سارا ہو گیا پانی
ہو کے بے خانمان پھرے دردر — خاک سارے جہان کی چھانی
ایسا ابتر ہوا ہمارا حال — شکل جاتی نہین ہے پہچانی
پا برہنہ ہین سر کے بال کھلے — زیبِ تن ہے لباس عریانی
سایہ تک ساتھ اب نہین دیتا — بنگئے دوست دشمن جانی
فکر نے ایسا ہم کو جکڑا ہے — جیسے رہتا ہو کوئی زندانی
ہمتین ہو گئین ہماری پست — ہو گئی سلب تاب جسمانی
پاس کھانے کو ہے نہ پینے کو — اک غذا ہے فقط "قسم کھانی"

کیسے دکھلائین دل کی حالت کو   دل نہین چیز کھول دکھلانی
رو برو جب کسیکے کرتے ہین   حال کی اپنے مرثیہ خوانی
سنکے کہتے ہین ٹھیک ہے لیکن   ختم کیجے کلام طولانی
حال اُسکو سنایئے اپنا   جو ملے کوئی حاتم ثانی
دیکھیے اور کوئی دروازہ   یہ نہین ہے سرائے مہمانی
کیا کسیکا گلا کرین لیکن   ہے سراسر ہماری نادانی
اون کو بدظن کیا ہے خود ہمنو   خود ہوے اِس عذاب کے بانی
دے کہانتک بتایئے کوئی   سب کی صورت ہو جب فقرانی
دہوکہ بازی سے لوٹنے کی جب   اک زمانہ نے دلمین ہو ٹہانی
ہین ذریعے رفاہ عام کے جو   ایک سے ایک جنمین لاثانی
اِس سے ذاتی غرض نکالین جب   بنکے شیطان شکل انسانی
دینے لینے مین پھر کسوان کو   کیون نہ حجت ہو اور حیرانی
کوئی تحریر دیکے کہتا ہے   اِسمین لکھی ہے میری پیشانی
پڑھ کے فرمایئے مدد میری   مجھے لاحق ہے فکر و حیرانی
کوئی کہتا ہے مین مسافر ہون   گر گئی راستہ مین ہمیانی
مجھکو درکار قرض حسنہ ہے   لطف و اکرام کی ہو ارزانی
کوئی رو کر بیان کرتا ہے   مر گئی رات کو مری نانی
پاس میرے نہین کفن کو دام   نعش مجھکو ہے اسکی دفنانی
آپ اس مین اگر سہارا دین   میری مشکل ہو حل بآسانی
کوئی فہرست دیکے کہتا ہے   ہم کو مسجد ہے ایک بنوانی
دیجیے اسمین آپ بھی چندہ   ہے یہ سودائے دین و ایمانی

کوئی کہتا ہے چاہ کھودا ہے — نہیں نکلا مگر ابھی پانی
کیجیے امداد آپ بھی اسمیں — تاکہ مخلوق کو ہو آسانی
قوم کا نکلے کوئی شیدائی — مانگتا ہے مرادوسن پانی
لیکن ان کی جو اصلیت پوچھو — کچھ نہیں ہے بجز پشیمانی
نہ کسی کو ہوئی ہے لاحق فکر — نہ کسی کی گئی ہے ہمیانی
نہ کسی نے بنائی ہے مسجد — نہ کسی کی مری بڑی نانی
قوم کا ہے نہ کوئی شیدائی — نہ کہیں چاہ ہے نہ ہی پانی
رہی حالت یہی اگر اپنی — دیکھئے اور کیا ہے پیش آنی
دوستو کیا سمجھ رہے ہو تم — کھیل ہے ایک عالم فانی
کیوں نہیں چھوڑتے برے اطوار — کیا نہیں تم کو خوف ربانی
اب بھلی باتیں اختیار کرو — گذری باتوں پہ پھیر دو پانی
کام ایسے کرو کہ جن سے ہو — تم کو حاصل نجاتِ روحانی

ورنہ پچھتاؤ گے بہت سُن لو
"عجز" کی بات گر نہیں مانی

"کسی کا انکسار"

(آنکھ کی پُتلی کو دیکھکر)

کوئی بتائے ہو روشنضمیر یا دانا — کہ نور کسکا ہے مرکوز دیدۂ بینا
شعاعِ مشعلِ خورشید سے یہ روشن ہے — دیا چراغ قمر اسمیں جلوہ افگن ہے
چمک نہیں ہے کواکب کی مستتر اسمیں
ہے نورِ حسنِ ازل لیک جلوہ گر اسمیں

اِس انکساری حسنِ قدیم پر ہو نگاہ
ذراسی جا کو بنائے ہے اپنا منزل گاہ
نہیں یہہ مردمکِ چشم مین تجلے ہی
کسی نگار کے مہتاب رُخ کا سایہ ہی
یون ہی نگاہ کا کب خانہ جگمگاتا ہی
یہہ شمعِ عرشِ معلی اسے نور آتا ہے
یہہ بطنِ ماہی مین یونس رسول زیر آہن
گرا ہوا چہِ ظلمت مین ماہ کنعان ہے

نثار تیرے مین او جاگزین پردۂ چشم
مدام رہ یونہی پردہ نشین پردۂ چشم

جلیل و قادر و قیوم و قاہر و قہار
قوی و مقتدر و حی و قایم و جبار
باینہمہ تیرا مٹی کے گھر مین ڈیرا ہی
گھرِ خلاب مین گویا ذلیل و رسوا ہے
جہان کی جان مین اس انکساری کے قربان
کہ شہر یار ہے مہمان خانۂ دہقان

تجھے مین آنکھ کے تل مین سدا بٹھاؤن گا
ترے بغیر کسی سے نہ لو لگاؤن گا۔

رُباعیات و مختلف اشعار (علیگڈہ منتھلی)

قیام گل مین جو اُسنے کیا تو بو ہو کر
رہا وہ لوگون مین پوشیدہ آرزو ہو کر
سنا کہ خانۂ دل خاص اسکا مسکن ہے
نظر نہ آیا مگر پھر وہ روبرو ہو کر

(بیخود)

دنیائے دنی کو جو کہ فانی سمجھے
اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے
دریائے حقیقت کو وہی جاوے تیر
جو مثل حباب زندگانی سمجھے
صبح کو طائرانِ خوش الحان
پڑھتے ہین کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانْ

قطعہ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا　　غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

قطعہ

لیگیا تھا طرفِ گورِ غریبان دلِ زار　　کیا کہین تم سے جو کچھ وانکا تماشا دیکھا

وہ گل اندام کہ تھا پھولو نسے بستر جنکا　　خس و خاشاک پہ اون لوگونکو سوتے دیکھا

وہ جو تھے رونق آبادیِ گلزار جہان　　سر سے پا تک اُنہین خاکِ رہِ صحرا دیکھا

کل تلک محفلِ عشرت مین جو تھی صدر نشین　　قبر مین آج اونہین بیکس و تنہا دیکھا

بسکہ نیرنگیِ عالم پر اُسے حیرت تھی　　آئینہ خاک سکندر کو سراپا دیکھا

سر جمشید کے کاسئہ مین بھری تھی حسرت　　یاس کو معتکف تربتِ دارا دیکھا

(اکبر)

رُباعی

عُین ؑ سے عین عبادتکا سر انجام ہوا　　"لام" وہ لام کہ جس لام سے اسلام ہوا

یٰ ؑ سے یادِ رہِ خداوندی ہر اک شکل مین　　صدقہ اس نام کے کیا نام "علی" نام ہوا

مختلف اشعار

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہی منادی　　گردون نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

انسان کو چاہیئے کہ خیالِ قضا رہے　　ہم کیا رہینگے جب نہ رسول خدا رہے

"پھیلیان"

چاند سا مکھڑا سب تن زخمی　　بن پیرون وہ چلتا ہے

راج دولارا سب کا پیارا　　سال سال وہ بڑھتا ہے

(روپیہ)

نیزہ بازون کا ایک ہے لشکر　　ایک ٹپکے سے سب نے باندہی کمر

جسطرف رُخ کرین برائے مصاف　　ایک پل مین کرین وہ میدان صاف

(جھاڑو)

تھو چڑہے دس بیس کو کاٹے وقت پڑے پر پتھر چاٹے
دس چھوڑ ہاڑن کی ہرنی نا چیتیا نا شیر نہ ہرنی

(بُہرنی)

تریا ایک رہے وہ نانگ پانی پیئے وہ آن سے مانگ
بستر واکے پیٹ مین راہے جو بوجھے سو چتر کہائے

(دوات)

اک ناری نے اچرج کینو پکڑ سانپ تال مین دینو
جون جون سانپ تال کو کہائے تال سوکھ سانپ مرجائے

(چراغ)

اک نار دیکھین کو ہری کُل کایا لہو سے بھری
جو کوئی واکی سنگہت کرے دونون کو لہو سے بہرے

(منہدی)

اک نار اچرج ہے ناؤن پیٹ نہ پیٹھ نہ ہاتھ نہ پاؤن
پانی پیتی اگ ہے کہاتی نبا جیوہے کو سون جاتی
ہردم وا پر ریلا پیلا نت نیا اک میلہ ٹھیلہ

(ریل گاڑی)

سیام برن اک ادیکھی نار پاؤن دو اور آنکھین چار
اچھے کرتب ایسے کرے جو پی کے بدلے آپ ہی مرے

(سپر)

عجب طرح کی ہے اک نار اوسکا کیا مین کرون بچار

دن ڈولے ہے پی کے سنگ — لاگ رہی نس واکی انگ
دیا برے وہ شرمائے — ڈھنگ سے سرکے دور ہو جائے

(پرچھائیں)

اک نار چاتر کہلاوے — مورکھ کو نا پاس بولاوے
چاتر مرد جو ہاتھ لگاوے — کھول ستر وہ آپ دکھاوے

(کتاب)

چام ماس واکے نا — ہاڑ ہاڑ میں واکے چھید
موکو آوت اچرج ایسو — وامیں جیو رہت ہی کیسو

(پنجڑا)

"دو سخنہ" جواب

انار کیوں نہ چکھا	وزیر کیوں نہ رکھا	دانہ نہ تھا
ستار کیوں نہ بجایا	عورت کیوں نہ نہائی	پردا نہ تھا
بڑا کیوں نہ کھایا	جوتا کیوں نہ چڑھایا	تلا نہ تھا
جوگی کیوں بھاگا	ڈھولک کیوں نہ بجی	منڈھی نہ تھی
دہی کیوں نہ جما	مجرم کیوں نہ چھوٹا	ضامن نہ تھا
گوشت کیوں نہ کھایا	دہاڑی کیوں نہ گایا	گلا نہ تھا
چوری کیوں ہوئی	زمین پر کیوں بیٹھے	چوکی نہ تھی
مسافر پیاسا کیوں	گدہا اداسا کیوں	لوٹا نہ تھا
گھوڑا کیوں اڑا	پان کیوں سڑا	پھیرا نہ تھا

انگ
ور ہوجائے

لادے
دکھاوے

ے جہید
و گیسو

ب